رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاسی زندگی

(ڈاکٹر حمید اللہ کی کتاب کا تجزیاتی مطالعہ)

نثار احمد*

''رسول اکرمؐ کی سیاسی زندگی''(۱) ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی ابتدائی تالیفات میں شامل وہ کتاب ہے جسے آں محترم خود (اپنی پہلی کتاب) ''عہد نبوی میں نظام حکمرانی'' کی رفیق جلد قرار دیتے ہیں۔(۲)

یہ رفاقت بلکہ مماثلت ایک تو اس اعتبار سے ہے کہ دونوں کتابوں کا غالب مواد ایک ہی موضوع بحث سے تعلق رکھتا ہے یعنی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سیاسی سفارتی اور انتظامی کارناموں کا مطالعہ (اس مطالعہ کی توجیہہ اور اہمیت انہوں نے عرضِ مؤلف میں واضح کردی ہے (۳)۔ دوسرے یہ کہ دونوں کتابیں بقول ان کے ''خود اکتفا'' اور چند ''متجانس مقالات'' کا مجموعہ ہیں کوئی مستقل تالیف نہیں۔(۴) تیسرے یہ کہ دونوں کتابوں میں علم و تحقیق کا معیار یکساں ہے۔ مآخذ کا تنوع بدستور قائم، مگر زبان سادہ اور بے تکلفانہ ہے۔ نیز دونوں میں مغربی علماء اور مستشرقین پر شائستہ تنقید اور ان کے موقف کی عالمانہ تردید بھی پائی جاتی ہے۔

دونوں کتابوں میں کچھ باتیں بہر حال ذرا مختلف بھی ہیں۔ مثلاً ان کی پہلی کتاب کے مقابلہ میں زیرنظر دوسری کتاب قدرے ضخیم (کل صفحات ۳۶۲ بشمول اشاریہ) ہے اور اس میں شامل مقالات یا مضامین کی تعداد کافی زیادہ ہے۔(۵) بڑے بڑے عنوانات کی تعداد بھی کم از کم اٹھارہ (۱۸) ہے۔ جبکہ ان کی پہلی کتاب (عہد نبوی میں نظام حکمرانی) میں کل گیارہ مقالات شامل تھے۔ اس میں یہ بات بھی الگ اور خاص قابل ذکر ہے کہ کتاب میں سو، سوا سو صفحات پر مشتمل ایک بڑا حصہ حیات طیبہ کا ایک جامع اور مربوط سوانحی خاکہ پیش کرتا ہے۔ (اس کی بعض تفصیلات اور نکات پر ہم آئندہ صفحات میں گفتگو کریں گے)۔

البتہ یہاں انتہائی مختصر طور پر ہم یہ دیکھ سکتے ہیں کہ اس حصہ میں پہلا مضمون یعنی ''رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا مطالعہ کس لیے کیا جائے؟'' (ص ۹ تا ۱۹) گویا پورے بیان سیرت کا مقدمہ اور دیباچہ ہے۔(۶) پھر سیرت کے علمی اور سنجیدہ مطالعہ کے لیے مواد اور ماخذ (Sources) کی تفصیل اگلے مضمون میں (ص: ۲۰ تا ص: ۲۳) موجود ہے۔

---

* سابق صدر شعبہ اسلامی تاریخ و رئیس کلیہ فنون، کراچی یونیورسٹی کراچی۔ پاکستان

پھر آسان زبان لیکن نئی معلومات اور تحقیق و استدلال کی روشنی میں ''سیرت النبی ﷺ'' کسی قدر تفصیل سے لکھ دی گئی ہے۔

پہلے بطور پس منظر ''بعثت نبوی ﷺ کے وقت دنیا کی حالت'' (ص:۲۴ تا ۲۹) عرب اور مکہ معظمہ کا انتخاب، دعوت اسلام کے مرکز کے طور پر (ص:۳۰ تا ۳۴) مکے کی حالت ولادت باسعادت سے قبل (ص:۳۴ تا ۴۳) نیز ختم المرسلین کے لیے آپ کے انتخاب کی وجہ (ص:۴۴ تا ۴۶) کے مباحث ہیں۔ اس کے بعد حیات مبارکہ کا باقاعدہ بیان شروع ہوجاتا ہے۔ چنانچہ ولادت باسعادت (ص: ۴۷ تا ۵۱) 'نوعمری (ص:۵۲ تا ۵۶)' نوجوانی (ص:۵۷ تا ۶۰)، تجارت (ص:۶۰ تا ۶۴) 'شادی خانہ آبادی (ص: ۶۵) 'سماجی اور شہری زندگی (ص:۶۶-۷۱)' آفتاب رسالت کا طلوع (ص:۷۲-۷۶)' نبوت کا مکی دور (ص:۷۹ تا ۸۲)' تبلیغ و رسالت (ص:۸۳ تا ۹۳)' عورتوں نے کیا ہاتھ بٹایا۔ (ص:۹۴ تا ۹۸) نیز قریش سے تعلقات (ص:۹۹) کے عنوانات زیر بحث آئے ہیں۔ اس کے بعد کتاب میں جو کچھ ہے اس کے بارے میں اگر ہم یہ کہیں کہ وہ سب اسی کے متعلقات و متضمنات ہیں تو غلط نہ ہوگا۔ چنانچہ ''قریش سے تعلقات'' کے زیرعنوان ڈاکٹر صاحب قبلہ خود رقم طراز ہیں کہ رسول مکی و روحنا فداہ کے تعلقات قریش سے سچ پوچھیے تو پوری سیرت نبوی پر حاوی ہیں۔ ان کا آغاز بعثت کے وقت سے ہوتا ہے اور اختتام فتح مکہ کے بعد بھی حجۃ الوداع میں ہوتا ہے۔ حقیقی سیاسی تعلقات کا آغاز بیعت عقبہ ثالثہ سے ہوتا ہے۔ اس کے بعد قریش نے آنحضرت ﷺ کے قتل کی سازش کر کے گویا اسلام کے خلاف اعلانِ جنگ کیا تھا (ص:۹۹) پھر مزید لکھتے ہیں: ''ہجرت کاروانوں کے گزر کی بندش، بدر، احد، خندق کے معرکے، سب اسی کے اجزاء ہیں (ایضاً) نیز فرماتے ہیں کہ صلح حدیبیہ اور فتح مکہ پر دو مضامین یہاں شریک کیے جاتے ہیں۔ (ایضاً) چنانچہ یہ دونوں مضامین بالترتیب (ص:۱۰۰ تا ۱۰۹ مع نقشہ حدود مملکت نبویہ ص:۱۰۱) اور (ص:۱۱۰ تا ص:۱۱۵) اگلے صفحات میں دیے گئے ہیں۔

رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی میں شامل مقالات و مضامین ڈاکٹر صاحب کی طویل عرصہ پر محیط خامہ فرسائی کا نتیجہ ہیں جو ۱۹۳۵ء اور ۱۹۵۰ء کے دوران لکھے گئے اور مختلف اوقات میں مختلف مواقع اور مختلف رسائل و جرائد میں منظرعام پر آتے رہے۔ ڈاکٹر صاحب نے آغاز کتاب میں ہی (مضامین کتاب کے) ''زمانہ ہائے تالیف'' کا خود ہی تعین کردیا ہے۔ اور بالالتزام قمری و شمسی سنین کی مطابقت کے ساتھ جو اجمالی فہرست بہ ترتیب شمار دی ہے اس میں چھوٹے بڑے ۳۳ مضامین شامل ہیں۔ علاوہ ازیں عربی ایرانی تعلقات (شمار مضمون نمبر ۲۵) کے ساتھ بعد میں ایک نئے اصل مکتوب نبوی بنام کسریٰ کی دریافت پر (۱۹۶۷ء) میں لکھا جانے والا ایک مضمون اضافی حیثیت رکھتا ہے۔ مجموعی طور پر ان میں سے طویل ترین مضمون (۲۶) عہد نبوی میں یہود کے عنوان سے ہے اور جو (ص:۲۳۹ تا

۲۷۶) اڑتیس صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کے تحت اگر ڈاکٹر صاحب کی زمانی تصریح کے مطابق تین ذیلی مضامین بھی شائع کر لیے جائیں، یعنی عام قبائل عرب سے تعلقات (ص:۲۷۷ تا ۳۰۶) ارتداد و بغاوت (ص:۳۰۷ تا ۳۱۰) اور عہدِ نبوی کی سیاسی دستاویزیں) (ص:۳۱۱) تو یہ اکائی ۳۷ صفحات پر محیط ہو جاتی ہے۔ کارہائے رسالت کے آخری مرحلہ میں ''انسانیت کا منشورِ اعظم'' کے تحت شامل مضمون مختصر تحریر کی مثال ہے (جو ص:۳۳۶ تا ۳۳۸ یعنی تین صفحوں پر مشتمل ہے)۔

یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ کتاب کی موجدہ اشاعت میں ترتیب زمانی کو ملحوظ خاطر نہیں رکھا گیا۔ واقعاتی ترتیب بھی درست نہیں پائی جاتی۔ تاہم بقلم خود عرض مولف میں (ڈاکٹر صاحب نے) جو لکھ دیا ہے حرف بہ حرف درست معلوم ہوتا ہے یعنی ''خیال ہوا کہ ایسے چند مقالوں کو یک جا کر دیا جائے تو مناسب ہو اور کسی کو نہیں تو خود مجھ کو وقتاً فوقتاً کسی مواد یا حوالے کی تلاش میں اس سے سہولت ہو۔ (دیکھیے ص:۵) بہر حال ہم ذیل میں ڈاکٹر صاحب کی اپنی تصریح کے مطابق ان کے مرکزی موضوعات کی ایک فہرست بہ ترتیب زمانی درج کر رہے ہیں۔ کیونکہ اس کے پیش نظر ڈاکٹر صاحب کے علمی تحقیقی اور ذہنی سفر کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔ نیز متن و مواد میں شامل مضامین کا فہم و ادراک اور بعض اوقات تکرار کی توجیہہ بہ آسانی کی جا سکتی ہے۔ ڈاکٹر صاحب خود فرماتے ہیں، اس مجموعہ کے مختلف مضمون مختلف زمانوں میں لکھے گئے تھے اور جب تک زمانۂ تالیف معلوم نہ ہو شاید ناظر کو بعض جگہ الجھن ہوگی۔ (۷)

اور لکھتے ہیں: ''ایک چیز اس طرح کے مجموعے میں ناگزیر ہوتی ہے کہ ایک ہی بات بعض اوقات متعدد ابواب میں تکرار پا جائے۔ ایک باب یعنی مضمون لکھتے اور شائع کرتے وقت یہ خیال نہ ہوتا تھا کہ کوئی کبھی دوسرے ابواب بھی ساتھ پڑھے گا۔ (۸) آگے صاف صاف تحریر ہے۔ ''اگرچہ چند ابواب بے جوڑ ہو گئے ہیں مثلاً بعض مکتوبات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصول کی صحت و جعل کی بحث، مکتوب کے مرسل الیہ کے حالات جتنی تفصیل سے بیان کیے گئے ہیں اس کے پہلو میں صرف مکتوب کے اصل نسخہ پر اتنی بحث کھٹکتی ہے لیکن عذر یہی ہے کہ یہاں چند متجانس مقالات کا مجموعہ شائع کیا جا رہا ہے کوئی مستقل تالیف نہیں نہ ہی سیرت پاک پر کوئی جامع اور مکمل کتاب اور یہ میری دانست میں کسی ایک انسان کے بس کی چیز بھی نہیں۔'' (۹) بہر حال زمانی ترتیب کے لحاظ سے کتاب کے مقالات و مضامین کی ہمارے نزدیک فہرست حسب ذیل ہے:

۱۔	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خط قیصر روم کے نام	۱۳۵۴ھ/ ۱۹۳۵ء (ص:۱۷۳)
۲۔	عربی حبشی تعلقات	۱۳۵۴ھ/ ۱۹۳۵ء (ص:۱۱۶)
۳۔	عربوں کے تعلقات بیزنطینی سلطنت سے	۱۳۵۴ھ/ ۱۹۳۵ء (ص:۱۸۸)

۴- عہد نبوی ﷺ کے عربی ایرانی تعلقات ۱۳۵۵ھ/۱۹۳۶ء (ص:۲۱۰)

۵- مکتوبات نبوی ﷺ کے دو اصول ۱۳۵۵ھ/۱۹۳۶ء (ص:۱۵۰)

۶- سیرت کا مطالعہ کس لیے کیا جائے؟ ۱۳۵۷ھ/۱۹۳۸ء (ص:۹)

۷- فتح مکہ (برموقع ساڑھے تیرہ سو سالہ سالگرہ فتح مکہ پر) ۱۳۵۸ھ/۱۹۳۹ء (ص:۱۱۰)

۸- صلح حدیبیہ ۱۳۶۱ھ/۱۹۴۲ء (ص:۱۰۰)

۹- مکتوب نبوی ﷺ بنام نجاشی ۱۳۶۱ھ/۱۹۴۲ء (ص:۱۴۰)

۱۰- امہات المومنین ۱۳۶۳ھ/۱۹۴۴ء (ص:۲۱۲)

۱۱- مواد و مآخذ تا نبوت کا مکی دور .... ۱۳۶۳ھ/۱۹۴۴ء تا ۱۳۹۵ھ/۱۹۴۶ء (ص:۲۰ تا ۸۲)

۱۲- دو شاہاں در اقلیمے ۱۳۶۵ھ/۱۹۴۶ء (ص:۳۳۹)

۱۳- عالمگیر گتھیاں ۱۳۶۶ھ/۱۹۴۷ء (ص:۳۲۲)

۱۴- عرض مولف ۱۳۶۹ھ/۱۹۵۰ء (ص:۵)

۱۵- تبلیغ رسالت ۱۳۶۹ھ/۱۹۵۰ء (ص:۸۳)

۱۶- عورتوں نے کیا ہاتھ بٹایا ۱۳۶۹ھ/۱۹۵۰ء (ص:۹۴)

۱۷- عہد نبوی میں یہود تا عہد نبوی کی سیاسی دستاویزیں .... ۱۳۶۹ھ/۱۹۵۰ء (ص:۲۳۹ تا ۳۱۱)

۱۸- انسانیت کا منشور اعظم ۱۳۶۹ھ/۱۹۵۰ء (ص:۳۳۴)

۱۹- مکتوب بنام کسریٰ کی دریافت (اضافہ شدہ) (۱۰) ۱۳۸۷ھ/۱۹۶۷ء (ص:۲۳۳)

مندرجہ بالا فصل نمبر ۲ میں ہم نے ڈاکٹر صاحب کے مقالات کی جو فہرست زمانی ترتیب کے لحاظ سے درج کی ہے۔ اس کو دیکھ کر اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب اپنا طالب علمانہ دور ختم کر کے جب معلمانہ اور محققانہ دور شروع کرر ہے تھے تب بھی ۱۳۵۴ھ/ ۱۹۳۵ء میں انہوں نے اپنا پہلا مضمون ''آنحضرت ﷺ کا خط قیصر روم کے نام سے لکھا (جو زیر نظر کتاب میں ص:۱۷۳ تا ۱۸۷ شامل ہے) اور آخری مضمون جو انہوں نے ۳۲/۳۳ سال کے بعد ۱۳۸۷ھ/ ۱۹۶۷ء میں لکھا اور کتاب پر نظر ثانی کے بعد شامل کیا وہ بھی ''مکتوب نبوی ﷺ بنام کسریٰ کی دریافت'' کے عنوان سے تحریر فرمایا۔ خط ایک انتہائی ذاتی چیز کا نام ہے اور ڈاکٹر حمید اللہ صاحب کو ذاتِ رسالت مآب ﷺ سے جو محبت و ارادت تھی اس کا اظہار ان کی تحریروں سے بخوبی ہوتا ہے۔ وہ خود رقم طراز ہیں۔ ''اگر زندگی وفا کرے اور وسائل فراہم رہیں تو خدمتِ سیرت سے بہتر کوئی اور مشغلہ نہیں'' (۱۱) اس خدمت سیرت میں اول آخر مکتوبات نبوی کا انتخاب کر کے تحقیق و جستجو، دریافت کے کام میں ڈاکٹر صاحب موصوف نے اعلیٰ مہارت کا ثبوت دیا اور مغربی علماء اور مستشرقین کے اعتراضات، شکوک و شبہات کو ان ہی کی سطح پر ان ہی کے معیار پر دلائل و براہین سے رفع کر کے

مکتوباتِ نبوی کے اصلی پن اور حقانیت کو ثابت کیا اور دفاعِ سیرت کے لیے ہر ممکن قدم اٹھایا، یہاں تک کہ مخالفین و معاندین اسلام اعتراف حقیقت پر مجبور ہو گئے۔ اس سلسلہ میں اسلامی، مآخذ، مسلمان مورخین کے بیانات اور مختلف مغربی زبانوں، کتابوں میں لکھے جانے والے مضامین و مقالات کا مطالعہ اور ان کے علماء و فضلاء کے اعتراضات کا سنجیدہ علمی تحقیقی جائزہ اور پھر تمام دستیاب وسائل سے کام لے کر سفر و حضر کی صعوبتیں برداشت کر کے، کسی فریب یا مغالطہ کے بغیر پوری دیانت داری سے مکتوباتِ گرامی کے متن، مضامین، مواد کو داخلی خارجی شہادتوں کے ساتھ سامنے لائے اور کمال یہ کیا کہ مناظرانہ تلخی پیدا کیے بغیر خاکسارانہ فدویانہ انداز سے اپنی بات پیش کی۔

اپنی اصل اور نوعیت کے اعتبار سے مکتوباتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سیرت کے بنیادی مآخذ اور ہم عصر شہادت کا درجہ رکھتے ہیں۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت و تنذیر، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث وسنت، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حاکمانہ دسترس کے ترجمان، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم و سند کے حامل، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عالمگیر مبلغانہ مساعی کا حصہ اور آفاقی پیغمبر کی داعیانہ حیثیت کا تقاضہ تھے۔ اور یہی مکتوبات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاسی حکمت عملی کی دستاویز اور مدبرانہ سیاست کے شاہکار کا درجہ رکھتے ہیں۔

ڈاکٹر حمید اللہ نے مکتوبات گرامی کی اہمیت و حیثیت کے پیش نظر ان کو ہی اپنی اولین تحقیق تفتیش کا محور بنایا اور پیرس فرانس میں ڈی لٹ کی ڈگری کے لیے بطور مقالہ یہی موضوع زیر بحث لائے۔ چنانچہ دو جلدوں میں ان کی فرانسیسی تالیف ''دو کیوماں سیور دپلوسی مسلمان'' پیرس سے ۱۹۳۵ء میں شائع ہوئی۔ (۱۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خطوط ومکتوبات، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین، معاہدات، امان نامے اور دیگر تحریری سرمایہ کی دریافت، تحقیق و جستجو، ان کے متون کی تصدیق، ان کی صحت کی جانچ پرکھ، حفاظت و تدوین اور پھر تاریخی تنقید کے مراحل سے گزار کر انہیں واقعاتِ سیرت سے ہم آہنگ کرنے میں ڈاکٹر حمید اللہ صاحب مرحوم و مغفور نے تن تنہا جتنا بڑا اور جتنا زیادہ کام کیا ہے وہ اپنی کیفیت و کمیت میں اتنا وقیع ہے کہ اگر وہ کچھ اور نہ کرتے تب بھی ان کی عظمتِ علم و دانش اور مہارت تحقیق و تدقیق کے لیے یہی ثبوت کافی تھا۔

مکتوباتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک بڑی تعداد تاریخ میں محفوظ ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر حمید اللہ کے بقول ''تاریخ نے ایسے کوئی دوڈھائی سو خط محفوظ کیے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف قبائل، شیوخ، صوبہ جاتی افسروں اور ہمسایہ حکمرانوں کے نام تحریر فرمائے تھے۔ جو شخص پورے جزیرہ نمائے عرب کا حکمراں بن چکا ہو، اس کے لیے یہ تعداد کچھ بڑی نہیں۔ (۱۳)۔ پھر ان خطوط کے حوالہ سے اپنے کام کی خاکسارانہ نشاندہی فرماتے ہوئے اپنے ۱۹۳۵ء میں لکھے گئے ایک مضمون ''مکتوب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے دو اصول'' کے تحت رقم طراز ہیں کہ ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف بادشاہوں یا

قبائلی سرداروں کے نام جو خطوط روانہ فرمائے تھے ان کی تعداد اب سوا دو سو تک دریافت ہوگئی ہے۔ اس کا سب سے پہلا مجموعہ جو کوئی بیس ایک نامہ ہائے مبارک پر مشتمل ہے حضرت عمرو بن حزمؓ گورنر یمن کی تالیف تھی۔ مجھے بھی سعادت حاصل ہوئی کہ چند ماہ قبل اس موضوع پر ایک ضخیم تالیف شائع کرسکوں۔ (۱۴)

اور پھر وہ وقتاً فوقتاً اس موضوع کے مختلف پہلوؤں پر برابر لکھتے رہے یہاں تک کہ جیسا کہ پہلے کہا گیا، اس مجموعہ کا آخری مضمون بھی اس سے متعلق تھا۔ مکتوباتِ نبوی سے ڈاکٹر صاحب کی دلچسپی اور واقعاتِ سیرت پر ان سے استشہاد کا عالم یہ ہے کہ زیرِ نظر کتاب (رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی) میں شامل (متذکرہ اور فہرست کے مطابق) ۱۹ مضامین میں سے اکثر میں بالواسطہ یا بلاواسطہ طور پر ۲۲ خطوط کا متن، مواد، مضمون، اس کا خلاصہ یا حوالہ پایا جاتا ہے۔ (۱۵)

جیسا کہ ہم ابتدائی فصل میں لکھ چکے ہیں کہ ڈاکٹر صاحب کی زیرِ نظر کتاب (رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی) میں سو سوا سو صفحات پر مشتمل ایک بڑا حصہ حیاتِ طیبہ کا ایک جامع اور مربوط سوانحی خاکہ پیش کرتا ہے جس کا اندازہ مطبوعہ کتاب میں شامل فہرستِ مضامین (ص: ۷، ۸) سے بھی ہوسکتا ہے اور ایک اجمالی خلاصہ ہم نے بھی عرض کردیا تھا۔ تاہم اگر اس تالیف کے تمام مشمولات کا بغائر مطالعہ کیا جائے تو اور اس کی رفیق جلد یعنی عهد نبوی میں نظام حکمرانی کو بھی پیشِ نظر رکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ ڈاکٹر صاحب کے قلم نے گویا تمام اہم موضوعاتِ سیرت کا احاطہ کرلیا ہے جو ان کے مخصوص طرزِ نگارش اور نکتہ نوازی کے ساتھ جلوہ گر ہے۔ اس کی پوری تفصیل کا مطلب تو یہ ہوگا کہ ایک ضخیم کتاب پھر سے مرتب ہوجائے، اس لیے ہم ذیل میں ان کی کتاب رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی (بطور علامت س/ز) اور اس کی رفیق جلد (عہد نبوی میں نظام حکمرانی) کے پیشِ نظر (بطور علامت ن/ج) مقالات ومضامین کی بقیہ صفحات کی ایک فہرست پر اکتفا کررہے ہیں۔

حصہ اول: مقدمہ/ دیباچہ:

(۱) عرضِ مؤلف (ص: ۵، ۶، س/ز) دیباچہ طبع اول، پیش لفظ، طبع ثانی، (ن/ح)

(۲) سیرت کا مطالعہ کس لیے کیا جائے (ص: ۹ تا ۱۹ س/ز) ایضاً ص: ۵ تا ۱۲ (ن/ح)

(۳) سیرت کا مواد و مآخذ (ص: ۲۰ تا ۲۳، س/ز)

(۴) بعثت نبوی کے وقت کی چند عالمگیر گتھیاں (ص: ۳۲-۳۳ س/ز)

(۵) ضمیمہ متعلقہ نسی (ص: ۲۲۵ تا ۲۳۲)

حصہ دوم : پس منظر:

(۱) ولادت باسعادت سے قبل اور بعثت کے وقت دنیا کی حالت (ص:۲۴، ص/ز)

(۲) چین (ص:۲۵ س/ز)

(۳) ہند (ص:۲۶ س/ز)

(۴) ترکستان (ص:۲۷، س/ز)

(۵) روم (ص:۲۷، س/ز)

(الف) عربوں کے تعلقات بیزنطینی سلطنت سے (ص:۱۸۸ س/ز)

(ب) زمانہ جاہلیت اور ابتدائے اسلام میں (ایضاً)

(ج) قبیلہ قصی بن کلاب (ص:۱۹۱، س/ز)

(د) شہری مملکت مکہ (ص:۱۹۱-۱۹۵ س/ز)، شہری مملکت مکہ (ص ۱۳ تا ۷۵، ن/ح)

(۶) ایران (ص:۲۷ س/ز) عربی ایرانی تعلقات قبل اسلام (ص:۲۱۰ تا ۲۱۳ س/ز)

(۷) حبش (ص:۲۹ س/ز)

(الف) حبشہ اور عرب (ص:۱۱۶، س/ز)

(ب) قبل اسلام اور ابتدائے اسلام (ایضاً)

(ج) اصحاب الفیل (ص:۱۲۰، س/ز)

(۸) مکہ۔

(الف) عرب اور مکہ کے انتخاب دعوت اسلام کے مرکز کے طور پر (ص:۳۰، س/ز)

(ب) مکہ کی حالت ولادت باسعادت سے قبل (ص:۳۴، س/ز)

(ج) ختم المرسلین کے لیے آپ ﷺ کے انتخاب کی وجہ (ص:۴۴، س/ز)

حصہ سوم: سیرت النبی ﷺ:

(۹) (الف) ولادت باسعادت (ص:۴۷، س/ز)

(ب) نوعمری (ص:۵۲، س/ز)

(ج) نوجوانی (ص:۵۷، س/ز)

(د) آنحضرت اور جوانی (ص:۳۰۳ تا ۳۲۰، ن/ح)

(ہ) تجارت (ص:۶۰، س/ز)

(ز) شادی (ص:۶۵، س/ز)

(ح) امہات المومنین، ازواج مطہرات نبوی (ص:۳۱۲ تا ۳۲۱، س/ز)

(ط) سماجی اور شہری زندگی (ص:۶۶، س/ز)

(ی) آفتاب رسالت کا طلوع (ص:۷۲، س/ز)

(۱۰) نبوت کا مکی دور (ص:۷۹، س/ز)

(الف) تبلیغ رسالت (ص:۸۳، س/ز)

(ب) تبلیغ دین میں عورتوں کا حصہ (ص:۹۵، س/ز)

(ج) قریش سے تعلقات (ص:۹۹، س/ز)

(د) ہجرت حبشہ اور مہاجرین (ص:۱۲۳، س/ز)

(ہ) مکتوب نبوی بنام نجاشی (ص:۱۲۳ تا ۱۲۶، س/ز)

(ز) کفار مکہ کا وفد حبشہ میں (ص:۱۲۶ تا ۱۲۷، س/ز)

(۱۱) ہجرت نبوی ﷺ (ص:۱۲۸، س/ز)

(الف) ہجرت (ص:۲۸۳ تا ۳۰۲، ن/ح))

(ب) قرآنی تصور مملکت (ص:۱۱۲ تا ۱۵۱، ن/ح)

(ج) جاہلیت عرب کے معاشی نظام کا دائرہ اثر پہلی مملکت اسلامیہ کے قیام پر (ص:۲۲۵ تا ۲۵۳، ن/ح)

(د) دنیا کا سب سے پہلا تحریری دستور (ص:۷۶ تا ۱۱۱، ن/ح)

(ہ) عہد نبوی ﷺ کے سیاست کاری کے اصول (ص:۲۵۴ تا ۲۷۴، ن/ح)

(ز) عہد نبوی میں یہود (ص:۲۳۹ تا ۲۵۱، س/ز)

(ح) یہودیوں سے تعلقات (ص:۲۵۲ تا ۲۷۶، س/ز)

(ط) عام قبائل عرب سے تعلقات (ص:۲۷۷ تا ۳۰۵، س/ز)

(ی) عہد نبوی کا نظام تعلیم (ص:۱۹۹ تا ۲۲۸، ن/ح)

(ک) اسلامی عدل گستری اپنے آغاز میں (ص:۱۵۲ تا ۱۹۸، ن/ح)

(۱۲) صلح حدیبیہ کی فتح مبین (ص:۱۰۰، س/ز)

(۱۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خط قیصر روم کے نام (ص:۱۷۳ تا ۱۷۷، س/ز)

(۱۴) مکتوب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم مقوقس کے نام (ص:۱۵۲ تا ۱۷۲، س/ز)

(۱۵) مکتوب نبوی حاکم بصریٰ کے نام (ص:۱۹۷، س/ز)

(۱۶) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خط نجاشی کے نام (ص:۱۳۰، س/ز)

(الف) ضمیمہ مکتوب نبوی بنام نجاشی (ص:۱۳۸-۱۳۹، س/ز)

(ب) اصل مکتوب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بنام نجاشی کی نئی دستیابی (ص:۱۴۰ تا ۱۴۹، س/ز)

(۱۷) کسریٰ کے نام آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خط مع تتمہ (ص:۲۱۶ تا ۲۲۴-۲۲۵، س/ز)

(الف) ایک نئے اصل مکتوب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی دریافت بنام کسریٰ (ص:۲۳۳ تا ۲۳۸، س/ز)

(ب) مکتوب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم منذر بن ساویٰ کے نام (ص:۱۶۵ تا ۱۷۲، ن/ح)

(۱۸) فتح مکہ (ص:۱۰۰، س/ز) تالیف قلبی (ص:۵۷ تا ۲۰۴، ن/ح)

(۱۹) سریۂ موتہ (ص:۱۹۷، س/ز)

(۲۰) غزوۂ تبوک (ص:۱۹۸ تا ۲۰۴، س/ز)

(الف) غزوہ تبوک سے واپسی، (سرایا، معاہدات)، دومۃ الجندل (حاکم اکیدر) (ص:۱۹۷، س/ز)

(ب) ایلہ دیحنہ بن روبہ (ص:۱۹۹ تا ۲۰۴، س/ز)

(د) جربا، ازرُح، مقنا، (ص:۱۹۹ تا ۲۰۴، س/ز)

(ہ) خطوط نبویہ کے متن (ص:۲۰۸، ۲۰۹، س/ز)

(۲۱) بیزنطینی، رومی سلطنت سے تعلقات (ص:۱۹۵، س/ز)

(الف) حضرت اسامہ بن زید کی مہم (ص:۲۰۴، س/ز)

(ب) عہد صدیقی میں حضرت اسامہ کی مہم اور قیصر روم کے پاس سفارت (ص:۲۰۵ تا ۲۰۸، س/ز)

(۲۲) حبشہ سے تعلقات، (ص:۱۱۶، س/ز)

(الف) نجاشی کا خط آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام (ص:۱۲۸ تا ۱۳۰، س/ز)

(ب) آنحضرت کا خط نجاشی کے نام (ص:۱۳۰،س/ز)

(ج) نجاشی کا اسلام (ص:۱۲۷، ۱۲۸،س/ز)

(د) حبش کے ساتھ مسلمانوں کے تعلقات (ص:۱۳۲،س/ز)

(ہ) مصر کے جنوبی علاقے میں اسلام کی اشاعت (ص:۱۳۲،س/ز)

(ز) نوبیہ پر مسلمانوں کی چڑھائی اور معاہدہ (ص:۱۳۳ تا ۱۳۶،س/ز)

(ح) حبش کے بعض ساحلی علاقے اوران کا یکساں نظم (ص:۱۳۶ تا ۱۳۸،س/ز)

(۲۳) عہد نبوی کے عربی ایرانی تعلقات (ص:۲۱۰،س/ز)

......ایرانی سلطنت سے تعلقات (ص:۲۱۳ تا ۲۲۵،س/ز)

(۲۴) ارتداد و بغاوت (ص:۳۰۷ تا ۳۱۰)

(۲۵) انسانیت کا منشورِ اعظم (خطبہ حجۃ الوداع)، ص:۳۳۶ تا ۳۳۸ (س/ز)

(۲۶) خلافت نبوی ﷺ کے بعض اصول (دوشاہاں دراقلیمے) ص:۳۳۹ تا ۳۴۴ (س/ز)

درج بالا فہرست موضوعات کے حصہ اول میں ''سیرت کا مطالعہ کس لیے کیا جائے۔'' (ص:۹ تا ۱۹،س/ز) مطالعہ سیرت کی سنجیدگی اور مقصدیت کو ظاہر کرتا ہے جبکہ اس سے متصل ایک اوراہم پہلو ''سیرت کا مواد و مآخذ (ص:۲۰ تا ص:۲۳ س/ز) عوام و خواص دونوں کے علم و آگہی کا باعث ہے۔ ڈاکٹر حمید اللہ صاحب نے اس مضمون میں جن مآخذ کی نشاندہی کی ہے۔ ان میں مجموعہ ہائے حدیث وسنت، لاکھوں راویان حدیث صحابہ بطور عینی شاہدین، نجی وسرکاری خطوط و مکاتیب، (جواب تک تین سو کی تعداد میں دریافت ہو چکے ہیں) ہم عصر کلامِ شعراء، ہم عصر سفر نامے، آپ ﷺ کی پیش کی ہوئی تعلیم اور آپ ﷺ کے کارناموں کی کیفیت و کمیت اور مقامی علاقائی کہانیاں، داستانیں وغیرہ شامل ہیں۔ البتہ قرآن مجید کو بطور مآخذ ذکر نہیں فرمایا۔ اگرچہ اپنے مضامین میں جگہ جگہ آیات واحکام کا حوالہ دیتے ہیں۔ قرآن مجید کو بطور ماخذ سیرت بہت کم برتا گیا ہے۔ اور جن حضرات مولفین کے قرآن کی روشنی میں سیرت نبوی پر کتابیں لکھی ہیں، ان میں تبرکاً قرآنی آیات کا استعمال کیا گیا ہے اور بعض مشہور واقعات کا قرآن سے استشہاد ضرور کیا گیا ہے۔ لیکن معروضی طور پر قرآن کا بیان مقدم نہیں رکھا گیا بلکہ واقعات کے تابع رکھا گیا ہے۔ اس لیے ابھی قرآن بطور ماخذ سیرت مزید توجہ چاہتا ہے۔

حصہ دوم پس منظر ہے، جس میں دنیا کے سات ممالک زیر بحث آتے ہیں جبکہ سعودی عرب کے شہر مکہ معظمہ کو مخصوص طور پر ''شہری مملکت مکہ'' کی حیثیت میں بڑی تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ اس کا ایک قرینہ تو یہ ہے کہ

''نافِ زمین'' ہونے کی بناء پر اسے طبعی وجغرافیائی مرکزیت حاصل تھی۔ بیت اللہ وہیں تھا، آنحضور ﷺ کی ولادت باسعادت اسی سرزمین پر ہوئی، اور بعثت ونبوت سے بھی آپ ﷺ کو وہیں سرفراز کیا گیا۔ آغاز دعوت اور ابلاغ حق کی شروعات وہیں سے ہوئی اور اس کے تئیس سال بعد پیغام الٰہی کی تکمیل اور اتمامِ دین الٰہی کی نوید میدان عرفات یعنی مضافات مکہ مکرمہ میں ہی سنائی گئی۔ اس سے بڑھ کر قومی وملی قرینہ یہ بھی تھا کہ ''شہری مملکت مکہ'' کے تجربات نے گویا وہاں کے باشندوں کو اپنی صفات اور کمالات میں اس قابل بنا دیا تھا کہ آگے چل کر جہانگیری و جہانبانی کا بوجھ اٹھا سکیں اور حکمرانی کا سلیقہ دکھا سکیں۔ (۱۶)

حصہ سوم سیرت النبی ﷺ کا آغاز ولادت باسعادت سے ہوتا ہے لیکن تاریخ وسن ولادت کے بارے میں ڈاکٹر صاحب اکثر مورخین سے عموماً اور دوسرے سیرت نگاران رسول مثلاً مولانا شبلی، قاضی سلیمان منصوری پوری وغیرہ سے خصوصاً اختلاف کرتے ہیں۔ (۱۷) ولادت مبارکہ بقول ان کے ص: ۵۳ ق م مطابق جولائی ۵۶۹ء کا واقعہ (بتاتے ہیں اس تصریح کے ساتھ) کہ (جسے عموماً مگر غیر صحیح طور پر ۵۷۰ء کے اور کبھی کبھی ۵۷۱ء کے مطابق سمجھا جاتا ہے۔ کہ سرکار دو عالم کی تشریف آوری سے دنیا کو سرفرازی حاصل ہوئی۔ (۱۸)، پھر آگے تحریر فرماتے ہیں ''صحیح تاریخ ولادت کے متعلق مورخوں میں اختلاف پایا جاتا ہے لیکن ہماری ضرورتوں کے لیے اس کو کوئی خاص اہمیت نہیں ہے۔ سنی مسلمانوں میں یوم ولادت ربیع الاول کی بارہویں کو منایا جاتا ہے۔ (۱۹) یہاں یہ امر دلچسپ اور باعث تعجب ہے کہ حاشیہ میں توجیہ وتشریح کرتے ہوئے سن ولادت ۵۶۹ء اور دن دوشنبہ برقرار رکھتے ہوئے تطبیق تاریخ اور مہینہ بدل دیتے ہیں۔ چنانچہ رقم طراز ہیں: ۵۶۹ء کی وجہ یہ ہے کہ ۱ھ میں ۶۲۲ء چل رہا تھا۔ رسول اکرمؐ ولادت ربیع الاول میں ہوئی تھی اس کے چالیس سال چھ ماہ بعد وحی کے نزول پر آپ ﷺ کی بعثت ہوئی اس واقعہ کے بارہ سال چھ ماہ بعد ربیع الاول ۱ھ میں آپ نے مدینہ ہجرت فرمائی۔ اگرچہ سن ہجری کا آغاز آپ کی شخصی ہجرت کے تین ماہ قبل سے ہوتا ہے۔ اس طرح ولادت اور سنہ ہجرت میں چالیس سال چھ ماہ اور بارہ سال تین ماہ یعنی باون سال نو ماہ کا فصل ہے، چونکہ سنی (کبیہ سال) اور لوند کا مہینہ بڑھا کر قمری سال کو شمسی سال کے برابر کرنے کا رواج مکے میں پایا جاتا تھا اور وہ حجۃ الوداع یعنی ۱۰ھ سے قبل منسوخ نہ ہوا تھا۔ اس لیے مذکورہ باون سال نو ماہ کو شمسی سال کے قرار دینا ضروری ہے۔ اس طرح ہمارے حساب سے رسول اکرم ﷺ کی ولادت ستمبر ۵۶۹ء دوشنبہ کو قرار دینا چاہیے۔ (۲۰) اس سے زیادہ عجیب تر بات یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے اپنی انگریزی کتاب (۲۱) کے باب اول (تعارف) کی پہلی سطر میں تاریخ ولادت ۱۷ جون ۵۶۹ء درج کی ہے۔ (۲۲) (گویا ڈاکٹر صاحب کے اپنے بیان کے مطابق سنہ ولادت تو ۵۶۹ء کی صورت میں برقرار رہتا ہے لیکن مہینہ ایک قول کے مطابق جولائی، دوسری جگہ ستمبر

اور تیسرے مقام پر جون تحریر فرمایا ہے۔)

ولادت با سعادت سے لے کر آفتاب رسالت کے طلوع ہونے تک (ص: ۴۷ تا ص: ۷۲) جو عنوانات زیر بحث آئے ہیں۔ انہیں جگہ جگہ متفرقات کے ضمن میں اختصار کے باوجود سیرت کے بعض مبہم گوشے واضح ہوگئے ہیں۔ مثلاً چچا ابو طالب کے ہمراہ پہلی مرتبہ بصریٰ کا سفر اور بحیرا راہب سے آنحضرت ﷺ کی ملاقات کے بارے میں ڈاکٹر صاحب کا بیان چشم کشا ہے اور اصل معاملہ کو بڑی حد تک صاف کر دیتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں:

''اس سفر میں بحیرہ راہب سے آنحضرت ﷺ کی ملاقات بیان کی جاتی ہے۔ ابو طالب کے سے چل کر بصری پہنچے (جو بیت المقدس اور دمشق کے مابین اس زمانہ میں ایک اہم تجارتی منڈی اور کاروانی اسٹیشن تھا) یہ علاقہ چونکہ بیزنطینی سلطنت کے قبضے میں تھا اس لیے ہوشیار عیسائی پادریوں نے کوئی تعجب نہیں جو اسے مسیحی تبلیغ کے لیے تاک لیا ہو اور یہاں خانقاہ اور راہب رہتے ہوں جو ہر نو وارد غیر عیسائی سے تپاک سے ملے اور ان میں اپنے مذہب کا پرچار کرتے ہوں۔ اول تو ایک نو برس کے بچے کی تعلیم و تلقین ہی کیا ہو سکتی ہے اور دوسرے اس زمانہ میں عیسائیوں میں اتنی پھوٹ اور سر پھٹول ہو رہی تھی کہ راہبوں کا آپس کی مناظرہ بازی سے اجنبیوں میں تبلیغ کے لیے وقت نکالنا مشکل ہی تھا یوں بھی بحیرا راہب نے ابو طالب اور ان کے ساتھیوں کو ضیافت پر مدعو کیا اور کھانے کے بعد رخصت گھنٹے، ڈیڑھ گھنٹے سے زیادہ کی صحبت نہیں رہی ہوگی اور زیادہ تر سالارِ کارواں اور معمر لوگوں سے ہی بات چیت رہی ہوگی۔ گو سب سے کم سن مہمان پر بھی شفقت اور دو چار بچوں کی سمجھ کی باتیں کرنا بھی ناممکن نہیں ہوتیں۔ (۲۳) پھر آگے لکھا ہے کہ ''ان حالات میں بحیرا اور راہب کی گفتگو سے آنحضرت ﷺ میں نبی بننے کا شوق پیدا ہونا قرین قیاس نہیں۔'' (۲۴)

پھر ابو الہب کی تحلیل نفسی کے ضمن میں یہ دلچسپ واقعہ قارئین کے لیے یقیناً معلومات افزا ہے کہ: ایک دن ابو طالب اور ابولہب لڑے پڑے، ابولہب نے ابو طالب کو پچھاڑ کر اور سینے پر چڑھ کر تھپڑیں ماریں، آنحضرت ﷺ نے اسے دھکیل دیا۔ اب ابو طالب نے اسے پچھاڑ کر تھپڑیں ماریں۔ اس پر ابولہب نے کہا: ''اے محمد ﷺ! وہ بھی تیرا چچا ہے اور میں بھی تیرا چچا ہوں، تو نے یہ جانبداری کیوں کی؟ خدا کی قسم میرا دل اب کبھی تجھ سے محبت نہ کرے گا۔'' (۲۵)

حرب فجار کے زیر عنوان ڈاکٹر صاحب رقم طراز ہیں کہ ''حرام مہینوں کی کبھی حرمت شکنی ہو جاتی تو اسے فجار یعنی برا کام سمجھا جاتا۔ آنحضرت کے زمانہ میں ایسے چار واقعے بیان کیے جاتے ہیں جن میں سے کم از کم ایک کے وقت آپ کی موجودگی کا پتہ چلتا ہے۔ (۲۶) مزید لکھا ہے: ''عرب میں ابو سراء عامر بن مالک ملاعب الدستہ نامی ایک

مشہور نیزہ باز تھا کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ایک حرب فجار میں بڑی بہادری سے اس کو نیزہ مارا تھا۔ ابن حبیب کے مطابق ابو سراء چوتھی حرب فجار میں قریش کے دشمنوں کی فوج کا سپہ سالار اعظم تھا۔ (۲۶) وہ مزید لکھتے ہیں کہ ’’ابن ہشام نے چوتھے حرب فجار کے متعلق لکھا ہے کہ جب آنحضرت ﷺ کے چچا دشمنوں پر تیر چلانے کے لیے شست باندھتے تو آنحضرت ﷺ ڈھال وغیرہ کی مدد سے ان کی دشمنوں کے تیروں سے حفاظت کرتے۔ ابن سعد نے اس وقت آنحضرت ﷺ کی عمر بیس سال بتائی۔‘‘ (۲۷)

چوتھے حرب فجار کے چند ہفتہ بعد ہی وہ موقع آیا جبکہ قبیلہ تیم کے عبداللہ بن جدعان نے اہل شہر کو اس ’’حلف الفضول‘‘ کے تازہ کرنے کی دعوت دی جو جرہمی دور میں (قصی کے مکے پر قبضہ سے پہلے پایا جاتا تھا۔‘‘ (۲۸) ابن قتیبہ کے حوالے سے سہیلی نے جرہمی دور کے اس ادارے کی جو مختصر توضیح کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ چند افراد نے ایک انجمن امداد مظلومین قائم کی تھی اور اس میں شریک ہونے والے رضا کار متحدہ طور سے اپنے ہی شہر میں ظالموں کا ہاتھ روکتے اور مظلوموں کو ان کا حق دلاتے۔ (۲۹) ابن ہشام اور حمیدی وغیرہ نے آنحضرت ﷺ کے اس بیان کی روایت کی ہے کہ ’’میں عبداللہ بن جدعان کے گھر میں حلف لینے میں شریک تھا‘‘ (۳۰) ڈاکٹر صاحب کا یہ تبصرہ برمحل ہے کہ ’’مکے والوں کو اس پر بجا طور پر فخر ہوسکتا ہے کہ جس زمانے میں باقی عرب بلکہ باقی دنیا میں لاٹھی راج کا دور دورہ تھا اس وقت انہوں نے رضا کارانہ امدادِ مظلومین کے لیے اپنی جتھا بندی کی۔ (۳۱)

آفتابِ رسالت و نبوت جبل النور/ غارِ حراء سے طلوع ہوا۔ (۳۲) پہلی وحی ایک ولولہ انگیز واقعہ ہے۔ (۳۳) لیکن ڈاکٹر صاحب نے اس واقعہ کا کوئی حال نہیں لکھا۔ صرف اس کے متعلقات کا چند جملوں میں اظہار کیا ہے۔ مثلاً آنحضور ﷺ کی عمر پختگی کو پہنچی اور چالیس سال ہونے کو آئے تو قدرت کی طرف سے وحی و الہام کے لیے تیار کیا جانے لگا اور رسول امی کو رب العالمین نے چاہا کہ رحمۃ اللعالمین بنادے۔ (۳۴) نیز یہ بھی لکھا کہ ’’وحی کی آمد ایک عہد آفریں واقعہ تھا جس سے آپ کی زندگی کا دوسرا دور شروع ہوتا ہے، اب اس کا مطالعہ کرنا چاہیے۔‘‘ (۳۵) یہ بھی فرماتے ہیں کہ ’’غرض ۱ھ محمدی بمطابق ۱۳ ق ھ ۶۱۰ء کے رمضان میں وہ دور ختم ہوگیا۔ جو نبوت محمدی کا پس منظر تھا۔ (۳۶)

مزید رقم طراز ہیں: پہلی وحی کے وقت تو کوئی پاس نہ تھا لیکن آئندہ (۲۳) سال تک مسلسل وحی آتی رہی اور اس کا مشاہدہ کرنے والے بہت سے موجود بھی ہوتے تھے۔ وحی کو ایک ٹیلی فون سمجھنا چاہیے جو خدا اپنے پیغمبر کو کرتا ہے۔ (۲۷) وحی کیا آئی اور کس طرح محفوظ رہی یہی ہمارے لیے اہمیت رکھتا ہے۔‘‘ (۲۸)

نبوت کا مکی دور اگلا مضمون ہے جس میں چوتھا پیرا گراف (۲۰۱) ’’فترت وحی‘‘ کے بارے میں ہے جو کہ تین

سال تک جاری رہا پھر لکھتے ہیں۔ ابولہب کی بیوی کو ایک طنز سوجھا اور اس نے چوٹ کی کہ ''تیرے شیطان (یعنی جبرئیلؑ فرشتہ) نے تجھے چھوڑ دیا ہے اور خدا تجھ سے ناراض ہوگیا ہے۔ تو تربیت اور تیاری کی مدت کا آخری لمحہ بھی ختم ہوگیا اور یہ وحی آئی کہ ''قسم ہے روز روشن کی اور قسم ہے شب تاریک کی کہ تیرے رب نے نہ تو تجھے چھوڑ دیا ہے اور نہ تجھ سے ناراض ہوا ہے۔ تیرے لیے ہر آئندہ چیز، ہر گزشتہ چیز سے بہتر ہوگی اور جلد تیرا رب تجھے وہ چیز دکھا دے گا جس سے تو خوش ہوجائے گا۔ ......الخ (۳۹) اس سلسلہ کلام میں یہ نکتہ بہت خوب بیان کیا ہے: ''اپنے رب کی نعمت سب سے بیان کر...... یہ ہدایت تھی جو تبلیغ رسالت کے متعلق آپ کو وصول ہوئی۔ ہدایت اور صحیح دین سے بڑھ کر کیا نعمت ہوسکتی ہے۔'' (۴۰)

اگلا پیراگراف ڈاکٹر صاحب کی ژرف نگاہی کا ثبوت ہے جس میں گویا اس وقت تک نازل ہونے والی آیت و سور کا خلاصہ آگیا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے: ''اس ابتدائی زمانے میں جو سورے اور آیات نازل ہوئی تھیں ان میں سے سورہ اقراء (۹۶) میں خدائے واحد کی خلاّقی کا ذکر ہوکر تمام مادہ پرستی اور دہریت کا خاتمہ کردیا گیا۔ سورہ مدثر (۴۷:۵) میں لوگوں کو ہر قسم کی برائی کے برے انجام سے ڈرانے، رب اکبر ہی کی عبادت کرنے، نماز میں جسم اور لباس کو پاک رکھنے، خدا کو ناراض رکھنے والی ہر بات (رجز) کو چھوڑنے اور کسی بھی عنایت و خدمت کے بعد احسان نہ جتانے کا حکم آیا۔ سورہ حجر (۱۵/۴۵) میں یہ حکم آیا کہ تجھے جو بھی حکم دیا گیا ہے وہ خوب کھول کر بیان کردیا کر اور مشرکوں کی پرواہ نہ کر۔ سورہ شعراء (۴۷:۲۳) میں ایک طرف تو یہ حکم آیا کہ ''اپنے قریبی رشتہ داروں کو خدا سے ڈرا (۴۱) وغیرہ وغیرہ۔ اگلے صفحات میں لکھتے ہیں: تبلیغ کیا تھی؟ اس زمانہ کی نازل شدہ آیات و سورتہائے قرآنی کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ خدا کو ایک ماننے، اس کے ہر طرح کے شرک سے پاک ہونے اور مرنے کے بعد دوبارہ انسان کے زندہ ہوکر حساب و کتاب دینے اور اس کے مطابق جنت یا دوزخ کی جزا و سزا پانے پر مشتمل تھی۔ ضمناً بت پرستی کی لغویت، فرشتوں کا وجود، انہی کے ذریعہ سے خدا کی اپنے رسولوں پر وحی کرنا اور رسولوں کو بندوں کی ہدایت کے لیے مامور کرنا بیان ہوتا تھا۔ اخلاق حسنہ اور خیر خیرات کی ترغیب بھی دی جاتی تھی۔ (۴۲)

پھر خلاصہ یہ بیان فرماتے ہیں: غرض آمنت باللّٰہ و ملائکتہٖ و رسلہ و الیوم الآخرۃ و القدرہ خیرہ و شرہ من اللّٰہ تعالیٰ اس تعلیم کا نچوڑ اور خلاصہ ہے جو اس زمانے میں دی جاتی تھی۔ (۴۳)

ڈاکٹر حمید اللہ صاحب تبلیغ رسالت کی تفصیل بیان کرتے ہوئے حضور ﷺ کی تبلیغ کا (ممکنہ مفروضہ) طریقہ بھی بتاتے ہیں جس کا سب سے موثر جزو تلاوت قرآن کا تھا۔ (۴۴) تبلیغ کا آغاز ظاہر ہے گھر سے ہوا، رفیقۂ حیات، چچا زاد، لونڈی غلام، رشتہ دار، دوست احباب اور پھر انفرادی سے اجتماعی سطح پر دائرہ اثر پھیلتا چلا گیا۔ اس

موقع پر ڈاکٹر صاحب ایک بہت اہم نکتہ کی طرف توجہ دلاتے ہیں اور لکھتے ہیں: ''ایک طرف تو مورخ بیان کرتے ہیں کہ ابتدائی وحی کے بعد تین سال تک فترت کا زمانہ رہا اور وحی نہ آئی دوسری طرف ان کا یہ بھی بیان ہے کہ ابتدائی تین سال تک مخفی تبلیغ کا سلسلہ جاری رہا۔ ان دونوں میں کچھ نہ کچھ تعلق ہونا چاہیے۔ (۴۵) اس سلسلہ میں غالباً اس نکتہ کا اور اضافہ کر لینا چاہیے کہ کیا ابتدائی تین سالہ تبلیغ کا دور واقعی ''خفیہ'' تھا۔ یہ نکات اور اس کے مضمرات مزید غور وفکر کے متقاضی ہیں۔ اگر ابتدائی (یا پہلی) وحی کے بعد ہی نزول وحی کا سلسلہ اور الہامی رابطہ یکا یک منقطع ہو گیا تو تین سال کس طرح گزرے؟ ابلاغ و تبلیغ کا فریضہ بجائے خود نئے ''حکم'' کا متقاضی تھا اور تبلیغ کا اصل مواد یا مضمون (Contents) وحی الٰہی سے ہی مستفاد ہوتا تھا، روز بروز افزائش تبلیغ کے لیے مضمون آفرینی وحی کے بغیر ممکن نہ تھی۔ ان ابتدائی دنوں میں لحہ بہ لحہ رہنمائی اور توانائی کی شدید ضرورت تھی۔ ان امور کے پیش نظر ''دورِ فترت'' کی مدت کا از سر نو تعین ہونا چاہیے اور خفیہ تبلیغ کا تین سال تک جاری رہنا بھی مجموعی حالات و قرائن سے لگا نہیں کھاتا۔ اس کے ساتھ یہ نکتہ پیش نظر رکھا جائے کہ خفیہ تبلیغ کے اس تین سالہ عرصہ میں اشاعت اسلام کی رفتار اور تبلیغی مساعی کا پھیلاؤ صرف شہر مکہ کے مرکز اور مشہور خاندانوں تک ہی محدود نہیں رہا بلکہ مضافات میں اور مشہور مرکزی قبائل کے بطون و احلاف اور لونڈی غلاموں تک ممتد ہو گیا تھا۔ (۴۶) علاوہ ازیں یہ بنیادی بات بھی پیش نظر رہنا چاہیے کہ نبیوں اور رسولوں کا عموماً اور حضور اکرم ﷺ کا مشن خفیہ نہیں ہوتا۔ اور یہ حقیقت بھی اوجھل نہیں ہونی چاہیے جسے ڈاکٹر حمید اللہ نے بھی آگے چل کر بیان کی ہے کہ ''اور جو ایک مرتبہ مسلمان ہو گیا پھر کوئی ترہیب یا ترغیب حتیٰ کہ سخت سے سخت ایذا رسانی بھی اس کو اس سے دستبردار ہونے پر آمادہ نہ کر سکی۔'' (۴۷)

بہر حال ڈاکٹر صاحب مکی دور کی پوری تاریخ، ہجرت تک، اگرچہ انتہائی اختصار کے ساتھ مگر مربوط طریقے سے چند صفحات میں بیان کر دیتے ہیں۔ (۴۸) اس دوران پیش آنے والے بعض اہم واقعات کی طرف بھی خاطر خواہ اشارہ کرتے چلے جاتے ہیں۔ مثلاً آنحضرت ﷺ کے قبیلے (بنو ہاشم و بنی مطلب) کا سماجی مقاطعہ (۴۹) عام الحزن (۵۰)، معراج (۵۱)، سفر طائف (۵۲)، بیعت ہائے عقبہ (۵۳) خصوصاً بیعت عبقہ ثالثہ جس کے بارے میں ان کا یہ تبصرہ قابل ذکر ہے کہ ''یہ معلوم تاریخ عالم میں ایک واقعی معاہدہ عمرانی تھا جس میں چند لوگوں نے ایک فرد کو اپنا سردار بنایا اور معاہدے کے ذریعہ سے حقوق و فرائض متعین ہوئے، پھر ہجرت عمل میں آتی ہے۔ (۵۴)

پھر آگے تحریر فرماتے ہیں:

بیعت عقبہ ایک فوجی تنظیم اور جنگی حلیفی سے کم نہ تھی۔ قریش گھبرائے کہ اگر آنحضرت ﷺ بھی مدینے میں پہنچ گئے تو قریش سے ان کی تیرہ سالہ ایذا رسانیوں کا انتقام لینے کی کوشش کریں گے۔ (۵۵) اس کے بعد ہی انہوں نے

حضور ﷺ کے قتل کی دارالندوہ کے اجلاس میں سازش کی جس کی اطلاع ابن سعد کے مطابق آنحضرت ﷺ کی ایک پھوپھی رقیہ بنت ابی صیفی بن ہاشم نے دی جو ایک مشرک قبیلے میں بیاہی گئی تھیں۔ (۵۶) اگلے پیراگراف میں رقم طراز ہیں: ''آنحضرت ﷺ کی ہجرت آسان نہ تھی، اس کا بھی انتظام تفصیل سے پیشگی طور پر کیا گیا۔ (۵۷) اس کی کچھ تفصیل بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔ ''بہرحال خیر و عافیت سے آپ ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیقؓ مدینہ پہنچ جاتے ہیں۔ (۵۸) ہجرت مدینہ سے پہلے ہجرت حبشہ (۵۹) بشمول وفد قریش (۶۰) اور مکتوب بنام نجاشی کا مضمون البتہ الگ مستقل مضامین کی صورت میں کتاب میں شامل ہے۔

حیات طیبہ کا مدنی دور، ہجرت نبوی ﷺ سے شروع ہوتا ہے۔ رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی میں اس دور کا کوئی مربوط جائزہ تو موجود نہیں ہے البتہ متفرق دور پر بعض اہم واقعات اور مباحث ضرور شامل ہیں۔ مزید برآں اگر ہم ان کی پہلی کتاب عہد نبوی میں نظام حکمرانی پر نظر ڈالیں۔ جسے وہ ''رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی'' کی رفیق جلد قرار دیتے ہیں) تو البتہ مدنی زندگی کے مباحث کا دائرہ زیادہ وسیع اور زیادہ مربوط ہوسکتا ہے۔ (مثلاً ہجرت (ن/ح، ص:۲۸۳)، پہلا تحریری دستور (ن/ح ص:۶۷ تا ۱۱۱) قرآنی تصور مملکت (ن/ ح ۱۱۲ تا ۱۵۱) جاہلیت عربی کے معاشی نظام کا اثر پہلی مملکت اسلامیہ کے قیام پر (ن/ح، ص: ۲۲۹ تا ۲۵۳) عہد نبوی کے سیاست کاری کے اصول (ن/ح، ص: ۲۵۴ تا ۲۷۴) عہد نبوی کا نظام تعلیم (ن/ح، ص: ۱۹۹ تا ۲۲۸) اسلامی عدل گستری (ن/ح ص:۱۵۲ تا ص:۱۹۸) وغیرہ وغیرہ۔

بہرحال عہد نبوی کا دورِ تمکین وحکومت ہجرت کے بعد ہی شروع ہوا جس کا بقول ڈاکٹر حمید اللہ اولین مقصد تبلیغ دین تھا۔ (۶۲) ہجرت کے فوراً بعد شہری مملکت مدینہ وجود میں آگئی جو بیعت عقبہ ثالثہ کے موقع پر اہل مدینہ اور آنحضرت ﷺ کے درمیان ہونے والے واقعی حقیقی معاہدۂ عمرانی کا نتیجہ تھی۔ مدینہ منورہ میں قیام پذیر ہوتے ہی چند ماہ میں ایک نبوی ﷺ فرمان کے ذریعہ دنیا کا پہلا تحریری دستور روبہ عمل آگیا (۶۳) اور آنحضرت ﷺ پہلی اسلامی ریاست کے بلاشرکت غیرے جائز قانونی عملی حقیقی حکمراں کی حیثیت اختیار کر گئے۔ منشورِ مدینہ یا دنیا کا پہلا تحریری دستور، ڈاکٹر حمید اللہ صاحب کی پہلی کتاب ''عہد نبوی میں نظام حکمرانی'' میں شامل وہ معرکۃ الآرا مضمون ہے (ص:۶۷ تا ص:۱۱۱) جس میں ڈاکٹر صاحب نے صاف طور پر یہ واضح کر دیا ہے کہ ''زیر بحث دستاویز ایک معاہدہ کی شکل نہیں رکھتی بلکہ ایک فرض اور ایک حکم کی صورت میں نافذ کی جاتی ہے چنانچہ سب لوگ جانتے ہیں کہ کتاب کے معنی فرض اور حکم کے بھی ہیں۔ (۶۴) ڈاکٹر صاحب نے ''رسول اکرم کی سیاسی زندگی، میں بھی ایک مضمون عہد نبوی میں یہود کے عنوان سے شامل کیا ہے جو کافی طویل (ص:۲۳۹) ہے اور جس میں ان کی پوری تاریخ کا خلاصہ

آ گیا ہے تاہم یہودیوں سے تعلقات ہجرت کے بعد کا حصہ (ص:۲۵۲ تا ص:۲۷۶) اس لحاظ سے قابل ذکر ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے اس میں دستورِ مدینہ کی دستاویز کو خود اپنی صراحت کے برخلاف ''معاہدہ'' قرار دے دیا ہے۔ (چنانچہ صحیفہ یعنی شہری مملکت مدینہ کے دستور کی بنوقینقاع کی طرف سے خلاف ورزی کی تفصیل بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہودیوں سے معاہدہ اجتماعی نہ تھا بلکہ ہر ہر یہودی قبیلے کے ساتھ انفرادی طور پر ہوا تھا دستورِ مدینہ کے معاہدے میں قینقاع کا نام بھی نہیں ہے......(۶۵) اس مضمون میں مدنی دور کے دوسرے واقعات کا تذکرہ بھی (اگرچہ یہود کے حوالہ سے) آ گیا ہے مثلاً بنوقینقاع کا محاصرہ اوران کی جلاوطنی (۶۶) معرکہ احد (۶۷)، کعب بن الاشرف کا قتل (۶۸) واقعہ بئر معونہ (۶۹) بنونضیر کا محاصرہ (۷۰) غزوہ احزاب (۷۱) بنوقریظہ سے سلوک (۷۲) خیبر کی مہم (۷۳) وادی القریٰ، فدک کی مہمات (۷۴)، مکہ، طائف، تبوک، تیماوغیرہ وغیرہ۔

مملکت مدینہ کا ابتدائی پانچ سالہ دور قیام واستحکام کا زمانہ تھا جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جملہ سیاسی، انتظامی اور دفاعی اقدامات کے ذریعہ نوزائیدہ ریاست اور اس کے باشندوں کو داخلی امن وامان، معاشرتی ومعاشی خوش حالی، نظریاتی تشخیص اور بھرپور دفاعی تحفظ حاصل ہو گیا۔داخلی خطرات کا مقابلہ، یہودی قبائل کی شرانگیزیوں کا قلع قمع اور مدینہ سے ان کا اخراج، ریاستی دشمنوں کی سازشوں، ان کی چیرہ دستیوں اور حملوں سے مدینہ کا کامیاب دفاع، اور کفار قریش اوران کے حلیفوں کی پسپائی کے بعد یہ ثابت ہو گیا تھا کہ مملکت مدینہ کو مٹانا آسان نہیں ہے۔چنانچہ جیسا کہ ڈاکٹر حمید اللہ نے لکھا ہے کہ ''غزوۂ خندق کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش گوئی فرمائی تھی کہ قریش کے اقدام کا مدختم ہو گیا اب جزر شروع ہوگا اور یہ کہ اب مسلمان ہی جوابی اقدام کریں گے۔(۷۶) نیز بقول ڈاکٹر حمید اللہ، سیاست میں منفی وتخریبی پہلو کی جگہ اب مثبت اور تعمیری پہلو شروع ہو گیا۔چنانچہ اس کے بعد سے قبائلی معاہدات میں یہ امر ملحوظ رہنا صاف نمایاں ہے کہ مکہ کے اطراف اسلام کے دوست قبائل کا گھیراؤ ڈالا جائے۔قریش کے دشمن تو آسانی سے دوست بن سکتے تھے، کوشش کی گئی کہ قریش کے دوست بھی ان کو چھوڑ کر مسلمانوں کے دوست بنیں یا کم از کم ناطرف دار رہیں۔(۷۷)۔اس کی تفصیلات ان کے مضمون عام قبائل عرب سے تعلقات (ص:۲۷۷ تا ص:۳۰۵) میں دی گئی ہیں۔

اقدامی سیاست کا بہترین مظہر ۶ھ میں صلح حدیبیہ کی صورت میں سامنے آیا۔ڈاکٹر حمید اللہ اپنے مقالہ میں اسے ''صلح حدیبیہ کی فتح یا عہد نبوی کی سیاست خارجہ کا شاہکار قرار دیتے ہیں۔(۷۸) اس بارے میں وہ ایک جگہ لکھتے ہیں کہ'' اسلامی سیاست خارجہ کی ایک واقعی فتح مبین اور نصر عزیز تھی جس کے باعث ان مسلمانوں کے

ہاتھ کھل گئے اور فوری خطرات سے نجات ملنے پر انہوں نے آزادی کے ساتھ تین ہی سال میں پر امن ذرائع سے اپنی مملکت کو تقریباً دس گنا پھیلا کر پورے جزیرہ نمائے عرب کو اپنا مطیع بنا لیا اور وہاں سے رومی اور ایرانی اثرات بالکل خارج کر کے ایک ایسی مستحکم حکومت قائم کردی جو پندرہ ہی سال میں تین براعظموں پر پھیل گئی اور جو اس سے ٹکرایا پاش پاش ہو کر رہ گیا اور جس نے سر تسلیم خم کیا وہ اسلام کی رنگ و زبان سے بالا قومیت میں برابری کے حصے کے ساتھ شریک ہوگیا۔ یہی وہ صلح حدیبیہ ہے جسے عہد نبوی میں سیاستِ خارجہ کا شاہ کار کہنا چاہیے۔(۷۹)

صلح حدیبیہ کے مثبت اثرات میں فتح خیبر، فتح مکہ شامل ہے (۸۰) اور اس کے فوراً بعد ہی وہ موقع آیا جبکہ آنحضرت ﷺ نے شاہانِ عالم، روسائے عرب اور امرائے قبائل کو خطوط و فرامین روانہ فرمائے۔ (ان خطوط و فرامینِ نبوی ﷺ کی حفاظت، دریافت، متن، ان کا اردو ترجمہ اور ان کے اثرات کے ساتھ ساتھ متعلقہ علاقوں/ حکومتوں/سلطنتوں سے آنحضور ﷺ اور مملکت اسلامیہ کے تعلقات پر مفصل بحث کتاب کے بڑے حصہ پر پھیلی ہوئی ہے۔(۸۱)

ان خطوط کے نتیجہ میں جو مختلف النوع اثرات رونما ہوئے اور آس پاس واقع رومی بیزنطینی سلطنت، حبشی اور ایرانی سلطنتوں سے تعلقات کی جو نوعیت رہی اس کا محققانہ بیان کتاب (رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی) کی قدر و قیمت بڑھا دیتا ہے۔

دس سال کے قلیل عرصہ میں ریاست نبوی ﷺ کا ارتقاء اس طرح مکمل ہوا کہ بقول ڈاکٹر حمید اللہ ''دس سالہ زندگی میں رسول اللہ ﷺ کا اقتدار شہر مدینہ سے پھیل کر جزیرہ نمائے عرب اور جنوبی فلسطین کے دس لاکھ مربع میل پر محیط ہوگیا۔ اس عرصہ میں آپ کو بہت سی لڑائیاں بھی لڑنی پڑیں، لیکن اس پوری فتح کے لیے دشمن کے بمشکل ڈھائی سو آدمیوں کا خون بہایا گیا اور (اگر بئر معونہ میں دھوکے سے اور احد میں فوجی نافرمانی کے نتیجہ میں قتل شدہ ۱۳۰ آدمی مستثنیٰ کر دیے جائیں تو) مسلمانوں کے بمشکل ایک سو (۱۰۰) آدمی مارے گئے تھے۔ غرض عہد نبوی میں دس سال تک اوسطاً روزانہ دو سو پچھتر ۲۷۵ مربع میل کا رقبہ فتح ہوا اور مسلمان فوج سے دس سال تک اوسطاً ماہانہ صرف ایک آدمی مارا جاتا رہا۔(۸۲) دسویں سال کے اواخر تک تائید الٰہی کے ساتھ آنحضرت ﷺ کا مشن بھی مکمل ہوا۔ اور اسلام بحیثیت دین بھی تکمیل کو پہنچا۔ یہاں تک کہ اس کا اعلانِ عام حضور ﷺ نے جمعہ ۹ ذی الحجہ ۲۰۱۰ء کو حجۃ الوداع کے موقع پر اس آیت کے نزول کے ساتھ فرمایا: (الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا (مائدہ:) ڈاکٹر حمید اللہ کے مطابق۔ ''میدان عرفات کے ایک لاکھ چالیس ہزار حاضرین کو حجۃ الوداع کے موقع پر رسول کرم ﷺ نے جو خطاب فرمایا تھا اسے تاریخ نے خوش قسمتی سے محفوظ رکھا ہے۔ اس خطاب کو

انسانیت کا منشورِاعظم کہا جاسکتا ہے۔(۸۲)

ڈاکٹر صاحب کی کتاب (رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی) کا آخری مضمون ''دوشاہاں دراقلیمے) کے عنوان سے ہے۔اس کی تمہید میں رقم طراز ہیں: خلافت کے اولین انتخاب کے موقع پر وہ کہتے ہیں کہ مسلمانوں میں اجماع امت کے ذریعہ سے وقت واحد میں'' درشاہاں دراقلیمے نمی گنجد'' کا قاعدہ طے ہوگیا لیکن اس مسئلے پر تاریخ اسلام نے اس کے خلاف بھی کچھ دلچسپ مواد جمع کیا ہے۔اسے یہاں اس لیے جمع کیا جاتا ہے کہ ہمارے علماء غور فرمائیں۔میری حیثیت مدعی کی نہیں مستفسر کی ہے۔(۸۴)اس کے بعد اجمال کی تفصیل (چھ صفحات،ص:۳۳۹ تا ۳۴۴) میں دو عنوانات کے تحت {(۱)خلافت صدیقی میں وحدت حکمراں پر اجتماع اور (۲)مشترک حکمرانی کی اجازت} بیان کی ہے۔اوراس کے ساتھ ہی کتاب کا (ص:۳۴۴) پر اختتام ہوجاتا ہے۔

سیرت نبوی ﷺ کے سلسلہ میں ڈاکٹر حمید اللہ صاحب نے تن تنہا جو کام کیا ہے وہ بڑے بڑے ادارے، کارکنوں کی بڑی تعداداور وسائل کی بے پناہ فراوانی کے باوجود نہیں کرسکے۔پھر یہ کام کسی ایک زبان میں نہیں،اردو، انگریزی،عربی،اور فرانسیسی زبانوں میں ان کا رجحان زیادہ رہا،لیکن اس کے باوجود ان کی یہ دونوں کتابیں جو اردو زبان میں ہیں اور جن میں ابتدائی طور پر ۱۹۳۵ء کے بعد پندرہ بیس سال کے عرصہ میں لکھے جانے والے مقالات و مضامین شامل ہیں،درحقیقت ان کے پورے کام کی بنیاد اور خلاصہ ہیں اور تمام زبانوں میں لکھا جانے والا سیرت کا پورا سرمایہ دراصل عہد نبوی میں نظام حکمرانی اور رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی کے بنیادی محوری کام کی تشریح اور تفصیل ہیں۔اس اعتبار سے یہ دونوں ابتدائی کتابیں حد درجہ اہمیت رکھتی ہیں۔

حوالہ جات وحواشی

(۱) اس وقت ہمارے سامنے کتاب ''رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی'' کا ساتواں ایڈیشن ہے۔ جسے دارالاشاعت (مقابل مولوی مسافر خانہ) کراچی نے ۱۹۸۷ء میں شائع کیا تھا۔ یہ اضافہ شدہ جدید ایڈیشن ہے۔

(۲) ملاحظہ ہو: عہد نبوی میں نظام حکمرانی، طبع دوم (۱۹۴۹ء) مکتبہ ابراہیمیہ حیدر آباد دکن کا پیش لفظ طبع ثانی، ص:۲

(۳) ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب نے لکھا ہے: ''ایک اور چیز بھی واضح کرنی ہے۔ قرآن مجید میں رسول اکرم ﷺ کو سارے مسلمانوں کے لیے اسوۂ حسنہ اور ہر طرح قابل تقلید نمونہ قرار دیا گیا ہے۔ یہ نمونہ معجزات اور خارق عادات طریق کار کے متعلق نہیں ہوسکتا۔ اسی لیے اس ناچیز نے سیرت پاک کے انہی پہلوؤں پر زور دیا ہے جو عالم اسباب کے مناسب اور ہر انسان کے لیے قابل عمل ہوں۔ پیچیدہ معاملات میں تاویل وہ کی ہے جو اس انسانی حیثیت کے زیادہ قریب ہو۔ یہ شانِ رسالت میں بے ادبی، بدگمانی سے نہیں، قرآنی وربانی احکام کی تعمیل میں ہے۔ (رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی، دارالاشاعت، ایڈیشن ۱۹۸۷ء اور ص:۶) اس کتاب (رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی) میں اپنے مفصل مضمون بعنوان ''رسول اکرم ﷺ کی سیرت کا مطالعہ کس لیے کیا جائے۔'' میں لکھا ہے۔ ''نبی اور رسولوں کا تقرر مختلف قوموں، زمانوں میں مختلف ہوگا۔ بہر حال اشرف المخلوقات میں سے بھی اس اشرف ترین مخلوق کا تصور مسلمانوں میں یہ رہا ہے کہ وہ انسانِ کامل ہے۔ یہ کاملیت ظاہر ہے۔ صرف اچھے انسانی پہلوؤں کے متعلق ہے۔ انسانی زندگی کے دو ہی بڑے شعبے ہیں۔ ایک معاشی اور دوسرے معاد دوسرے الفاظ میں ایک تو انسان کے تعلقات انسان اور دیگر مخلوقات کے ساتھ اور دوسرے انسان کے تعلقات اپنے خالق و مالک جل شانہ کے ساتھ پہلی قسم میں اعلیٰ ترین مرتبہ حکمرانی ہے تو آخر الذکر میں عقائد وعبادات کے متعلق رہنمائی یعنی پیغمبری'' (ایضاً، ص:۹) پھر لکھتے ہیں، رسول عربی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو بیک وقت یہ دونوں کمالات حاصل تھے۔ آپ کی زندگی کے ان دونوں پہلوؤں کا استقصا طویل عمل ہے، اس جلد میں آپ کی صرف اول الذکر یعنی سیاسی زندگی کا مطالعہ پیش نظر ہے۔'' (ایضاً)

(۴) ایضاً، ص: ۵ اور ص:۶

(۵) دیکھیے، ایضاً، فہرست مضامین ص:۷، ۸

(۶) ۱۳۵۷ھ مطابق ۱۹۳۸ء میں لکھا جانے والا یہ مضمون مولانا شبلی وسلیمان ندوی اور قاضی سلیمان منصور پوری رحمہم اللہ کے بعد سیرۃ النبی ﷺ کے علمی تحقیق، مطالعہ اور عملی رہنمائی کی جانب پیش رفت کر رہا تھا اور محض عقیدت کے

اظہار کے لیے نہ تھا۔جیسا کہ پہلے مولود ناموں، میلاد ناموں میں رواج تھا۔اور خود حیدر آباد دکن میں پائے جانے والے رجحانات سے بھی یکسر مختلف تھا۔

(۷) رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی، ص:۴

(۸) ایضاً،ص:۵

(۹) ایضاً،ص:۵،۶

(۱۰) ڈاکٹر صاحب کی اس تصریح کے مطابق کہ ''ہر قدیم مضمون کی البتہ اشاعت کے وقت مکرر نظر ثانی کرکے ترمیم و اضافہ ضرور عمل میں آیا ہے۔(ص:۴)،۱۳۶۹ھ،۱۹۵۰ء کی پہلی اشاعت کے بعد جب اگلی اشاعتیں ہوئیں تو اشاعت چہارم ۱۹۷۱ء سے پہلے ۱۳۸۷ء/۱۹۶۷ء میں ڈاکٹر صاحب نے کتاب پر نظر ثانی فرمائی اور مکتوب بنام کسریٰ کی دریافت پر ۱۹۶۷ء/۱۳۷۷ھ میں ایک مضمون بھی سپرد قلم فرمایا۔ جو اس مجموعہ میں شامل ہے۔چنانچہ ڈاکٹر صاحب موصوف رقم طراز ہیں۔اس کتاب کی اشاعت سوم کے بعد علم سیرت النبی ﷺ کا سب سے اہم واقعہ یہ ہے کہ مکتوب نبوی بنام کسرائے ایران کی اصل دریافت ہوگئی ہے۔اس لیے اس کے حالات پر کتاب میں نئے باب کا بڑھانا مناسب معلوم ہوتا ہے۔(ص:۲۳۳)مضمون کے مطابق حضور ﷺ کا یہ مکتوب گرامی ذی الحجہ ۱۳۸۲ء/مئی ۱۹۶۳ء میں دریافت ہوا۔تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو۔(ص:۲۳۳ تا ۲۳۸)

(۱۱) ایضاً،عرض مولف (ص:۶)

(۱۲) ایضاً،ص:۱۵۰،حاشیہ میں ڈاکٹر صاحب نے لکھا ہے کہ اس کی جلد نمبر ۱ میں رسول اکرم ﷺ اور خلفائے راشدین کے خطوط کی تحلیل وتشریح ہے اور جلد دوم میں ان خطوط کا فرانسیسی ترجمہ ہے۔یہ ۱۹۳۵ء میں شائع ہوئی۔اس کے چند سال بعد بہت سے اضافوں کے ساتھ ان مکتوبات کے اصل عربی متنوں کا مجموعہ مصر میں ''الوثائق السیاسیة للعهد النبوی و الخلافة الراشده '' کے نام سے ۱۹۴۲ء میں چھپا۔طباعت دوم وہیں ۱۹۵۶ء میں مزید اضافوں کے ساتھ طبع ہوئی۔اب ۱۹۶۷ء میں مزید اضافوں کے ساتھ تیسری طباعت کے لیے نسخہ تیار کررہا ہوں خدا نے چاہا تو وہ بہت جلد بیروت میں چھپ جائے گی۔(ایضاً)

(۱۳) ایضاً،ص:۱۲۳

(۱۴) ایضاً،ص:۱۵۰

(۱۵) چنانچہ مثلاً فہرست کے نمبر شمار کے مطابق دیکھیے،مضمون نمبر ۱،۲،۳،۴،۵،۹،اور ۱۹ میں بالالتزام مکتوبات معہ متون منقول ہیں۔جبکہ نمبر ۱۷ میں جزوی طور پر مذکور ہیں۔خطوط کے سلسلہ میں ڈاکٹر صاحب نے کتاب کے اگلے صفحات میں ''عہد نبوی کی سیاسی دستاویزیں'' کے زیر عنوان مزید تفصیل رقم کی ہے اور لکھا ہے۔'' مکتوبات نبوی ﷺ کو جمع کرنے کا شوق عہد صحابہ ہی سے نظر آتا ہے۔کسی دور کی سیاست کو سمجھنے کے لیے مورخوں کے عام

تذکروں سے زیادہ اس دور کی سرکاری دستاویزوں پر اعتماد کرنا صحیح ہوتا ہے۔ اگر چہ عہد نبوی کی بہت سی دستاویزیں زمانہ کی دست برد سے اب ناپید ہوگئی ہیں۔ پھر بھی کسی اور قدیم نبی یا حکمران کے برخلاف رسول عربی کے سلسلے میں ایسا جتنا مواد محفوظ ہے وہ بے نظیر ہے۔ (ایضاً، ص:۳۱۱) وہ مزید رقم طراز ہیں:

''اپنے مطالعات سیرت کے سلسلے میں اس کی بھی کچھ خدمت کی سعادت حاصل ہوئی۔ ۱۳۶۰ھ میں مجموعة الوثائق السياسية فی العهد النبوی و الخلافة الراشدةؓ کے نام سے ایک کتاب مصر میں شائع کی ہے۔ اس میں عہد نبوی ﷺ کے کوئی پونے تین سو مکتوب یکجا ہوئے پھر خلافت راشدہ کا کچھ ذخیرہ ہے۔ اس کتاب کے چھپنے کے بعد سے کوئی ڈیڑھ دو درجن مزید مکتوباتِ نبوی کا پتہ چلا۔ طبع جدید کا موقع ملے تو ان کا بھی اضافہ ہو کر پبلک کے استفادے کی صورت ہوسکتی ہے۔ (ایضاً، ۳۱۱) پھر حاشیہ میں طبع جدید کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ''طباعت ثانی ۱۳۷۶ھ میں مصر میں ہوگئی اب (۱۳۸۷ھ میں) طبع ثالث کی تیاری ہو رہی ہے کئی درجن ور خطوط کا پتہ چلا ہے۔ (ایضاً)

(۱۶) تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو۔ (رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی)، ص: ۳۰ تا ص: ۴۳

(۱۷) مولانا شبلی رحمہ اللہ نے مصر کے مشہور ہیت داں عالم محمود پاشا فلکی کے استدلال پر اعتبار کرتے ہوئے تاریخ ولادت باسعادت ۹ ربیع الاول روز دوشنبہ ۲۰ اپریل ۵۷۱ء میں ہوئی تھی۔ (دیکھیے، مولانا شبلی، سیرۃ النبی (لاہور ایڈیشن) دینی کتب خانہ لاہور ۱۹۷۵ء، ج۱، ص: ۱۷۶) جبکہ قاضی محمد سلیمان صاحب منصور پوری نے بھی دوشنبہ کے دن ۹ ربیع الاول عام الفیل لکھنے کے بعد اس کا تطابق ۲۲ اپریل ۵۷۱ء کو قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: منصوری پوری، قاضی محمد سلیمان صاحب، رحمۃ للعالمین، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، ۱۹۵۳ء، ج۱، ص: ۴۲-۴۳) ایک جدید العہد مصنف محقق اور عالم جناب پیر محمد کرم شاہ الازہری نے اپنی کتاب ضیاء النبی (مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، ۱۴۱۵ء) میں تاریخ ولادت باسعادت کی مختلف مآخذ کی روشنی میں پوری بحث نقل کی ہے۔ زیادہ تر اقوال ۱۲ ربیع الاول کے نقل کیے ہیں اور محمد صادق عرجون مصری کے حوالہ کے مطابق ۲۰ اگست ۵۷۰ء بیان کی ہے۔ یہی قول محمد رضا مصری کا بھی ہے۔ (تفصیلات کے لیے دیکھیے، ج:۲، ص: ۳۳ تا ۳۷) عصر حاضر ایک اور محقق اور عالم مولانا عبدالقدوس ہاشمی اپنی کتاب تقویم تاریخی مطبوعہ ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد ۱۹۸۷ء (طبع دوم) ص:۲ پر چند یادگار تاریخیں کے تحت ولادت دوشنبہ ۱۲ ربیع الاول ۵۳ ق ھ حسب حساب کبعیہ (مکی کیلنڈر) مطابق ۹ دسمبر ۵۶۹ء قرار دیتے ہیں جبکہ وفات دوشنبہ ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ مطابق ۷ جون ۶۳۲ء (ایضاً ص:۷) یہاں مولوی اسحاق النبی علوی کا تبصرہ بھی قابل ذکر ہے جو آنحضرت ﷺ کی رحلت ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ دوشنبہ کا تطابق ۸ جون ۶۳۲ء قرار دیتے ہیں۔ اور حاشیہ میں لکھتے ہیں: بعض یورپی مصنفین مثلاً ماگولینڈ ایچ جی ویلر H.G. Weller وغیرہ نے تاریخ رحلت ۷ جون قرار دی ہے جو بالکل غلط ہے کیونکہ دوشنبہ ۷ کو نہیں بلکہ ۸ جون

کو پڑتا ہے (دیکھیے علوی، سیرت نبوی (توقیت کی روشنی میں ۔ نقوش رسول نمبر، لاہور، (شمارہ ۱۳۰) دسمبر ۱۹۸۲ء، مدیر محمد طفیل، جلد دوم، ص:۲۰۴) سال ولادت شمسی حساب سے ۵۶۹ء کا تعین ہم لوگ خود بھی جمع تفریق کر کے بآسانی دیکھ سکتے ہیں کہ یہ سن زیادہ قرین صحت ہے ۔ مثلاً شمسی کیلنڈر کی رعایت سے یہ تقریباً متفق علیہ ہے کہ آپ ﷺ کا وصال مبارک ۸ جون ۶۳۲ء کو ہوا۔ ڈاکٹر حمید اللہ صاحب نے البتہ اپنی انگریزی کتاب میں وفات النبی ﷺ کی تاریخ ۲ ربیع الاول ۱۱ھ مطابق ۲۵ مئی ۶۳۲ء تحریر کی ہے۔ دیکھیے ص:۵۷۸۔ یہ بھی متفقہ ہے کہ آنجناب ﷺ کی حیات طیبہ ۶۳ سال پر محیط ہے ۔ اس لیے اگر ۶۳۲ میں سے ۶۳ منہا کر دیا جائے تو حاصل تفریق لامحالہ ۵۶۹ ہی آئے گا۔ مزید تفصیلات اور بحث کے لیے ملاحظہ کیجیے۔ سید اسماعیل رضا ذبیح ترمذی حیات نبوی کی صحیح جنتری، ہری پوری (ہزارہ)، ۱۹۹۱ء، ص:۱۱۵ تا ۱۲۷)

(۱۸) رسول اکرم کی سیاسی زندگی، ص:۴۷

(۱۹) ایضاً

(۲۰) ایضاً، ڈاکٹر صاحب نے آگے چل کر عہد نبوی کے عربی ایرانی تعلقات کے ضمن میں مکہ مکرمہ میں رائج جاہلی تقسیم پر جو بحث کی ہے اور تقویمی جدولیں پیش کر کے اصول نسئی کی جو توجیہہ فرمائی ہے اس سے مولوی اسحاق النبی علوی نے اختلاف کیا ہے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو۔ علوی، نقوش رسول نمبر، ج:۲، ص:۴۔

(۲۱) ڈاکٹر صاحب کی انگریز کتاب کا نام ہے:

محمد رسول اللہ ﷺ (Muhammad Rasul Ullah Salla Ilahu Alaihi Wasallam)

Karachi. Huzaifah Publications, 1979) اس کا اردو ترجمہ نذیر حق صاحب نے کیا اور نقوش لاہور کے رسول نمبر (مطبوعہ دسمبر ۱۹۸۲ء) جلد دوم میں ص:۵۱۳ تا ص:۶۸۲ شامل ہے۔

(۲۲) دیکھیے (نقوش رسول نمبر، ج:۲) ص:۵۱۵

(۲۳) رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی، ص:۵۴، ۵۵

(۲۴) ایضاً، ص:۵۵

(۲۵) ایضاً، ص:۵۶

(۲۶) ایضاً، ص:۵۷

(۲۷) ایضاً، ص:۵۸

(۲۸) ایضاً

(۲۹) ایضاً

(۳۰) ایضاً، ص:۵۹

(۴۱) ایضاً، عام مورخین کے برعکس رومانیہ کے فاضل مستشرق مسٹر کونسٹن ورجیل جورجیو (اپنے ملک کے وزیر خارجہ بھی رہے) کی کتاب محمد ایسے پیغمبر ہیں جنہیں پہچاننے کی از سرِ نو کوشش ہونی چاہیے جس کا اردو ترجمہ مارچ ۱۹۹۷ میں سیارہ ڈائجسٹ لاہور نے عکس سیرت نمبر کی صورت میں شائع کیا۔ حلف الفضول کے بارے میں کچھ مختلف اور نئی معلومات پیش کرتی ہے۔ مثلاً یہ بات کہ حلف الفضول نامی رضا کار تنظیم دراصل ایک چھوٹی سپاہ کا نام تھا (ص:۴۱) اور یہ دراصل آنحضرت ﷺ کی ہی ایجاد تھی (۴۳) اور اس کے ذریعہ اپنی تخلیقی صلاحیتوں کی بدولت عرب قبیلوں کے عدالتی نظام میں انقلاب برپا کر دیا اور قبیلوں کے باہمی انتقام کے اصول کو متزلزل کر دیا۔ بعد میں جب قرآن نازل ہوا تو یہ روش مکمل طور پر باطل کر دی گئی۔ (ص:۴۳، ایضاً)

(۴۲) ڈاکٹر صاحب نے لکھا ہے: جبل النور اور غار حرا پرانے نام تھے جبل النور کے معنی ہیں روشنی کا پہاڑ اور غار حرا کے معنی ہیں تلاش وجستجو کا غار۔ ان کی وجہ تسمیہ تو معلوم نہیں لیکن ان سے موزوں تر نام اس کام کے لیے اور کیا ہو سکتے ہیں۔ (رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی، ص:۴۷)

ڈاکٹر موصوف نے یہ بھی درست لکھا ہے کہ ''یہ جبل النور اپنی انوکھی شکل کے باعث دور دور سے ممتاز نظر آتا اور نشان راہ کا کام دیتا ہے۔ (ایضاً) ڈاکٹر صاحب نے مکہ کے باہر اپنے مکان سے تقریباً ڈھائی تین فرلانگ کے فاصلے پر جبل النور کے حراء نامی غار (ایضاً) میں لکھا ہے جو ظاہر ہے درست نہیں ہے۔ البتہ اپنی انگریزی کتاب (محمد رسول اللہ) میں لکھا: خوش قسمتی سے مجھے اس غار کو دیکھنے کی سعادت حاصل ہے۔ جبل النور مکہ کے مشرقی نواح میں شہر کے وسط سے تین چار کلومیٹر کے فاصل پر واقع ہے۔ حجاج جب منیٰ میں جاتے ہیں تو یہ پہاڑی ان کے بائیں ہوتی ہے۔ یہ مخروطی شکل کی بلند پہاڑی سے جو آس پاس کے سلسلۂ کوہ سے الگ تھلگ ہے۔ (پیراگراف ۴۳، ص: ۵۳۰) نیز غار حراء پہاڑی کی چوٹی پر ہے اور ایسی چٹانوں سے عبارت ہے جو ایک دوسری کے اوپر کھڑی ہیں۔ (ایضاً) غار حراء کے بارے میں (ذاتی مشاہدہ کی بناء پر کہ خاکسار راقم الحروف بھی ۲۳ رمضان المبارک ۱۴۱۵ھ منگل ۲۱ فروری ۱۹۹۵ء کی مبارک مبارک ساعتوں میں بحالت روزہ اس غار کی زیارت سے مشرف ہوا) یہ امر قابل ذکر ہے کہ غار حرا اس قسم کا غار نہیں ہے جیسا کہ لفظ غار سے کسی پہاڑ کی کھوہ یا گڑھا یا کھڈا یا کوئی مہیب سوراخ ذہن میں آتا ہے۔ نیز جبل النور ایک پہاڑی نہیں بلکہ دو پہاڑیوں پر مشتمل ایک پہاڑ ہے اور جب کوئی ایک طرف سے تقریباً ایک میل کی اونچائی چڑھ کر اوپر (پہلی پہاڑی کی چھت پر) پہنچتا ہے تو اس سے متصل دوسری پہاڑی ہے۔ چنانچہ پہلی پہاڑی سے اتر کر دوسری جڑی ہوئی پہاڑی کے داہنے کنارے پر غار حراء نامی وہ جگہ ہے جس کے لیے دونوں پہاڑیوں کے مقام اتصال پر تنگ دہانہ سے گزر کر جانا پڑتا ہے۔ وہ جگہ تنگ وتاریک کھوہ نہیں معلوم ایسا ہوتا ہے کہ اوپر پہاڑی سے پتھر کی بڑی بڑی سلیں نیچے کھسکتی ہوئی آئیں اور بالکل کنار پر آکر اوپر تلے ایک دوسرے میں پیوست ہو کر جم گئیں۔ جس کے نتیجہ میں سطح زیریں (فرش) پر ایک مختصر سا لمبوترا

مسقف گوشہ ایسا بن گیا ہے جو غار حراء سے موسوم ہے اور جو بقول ڈاکٹر حمید اللہ ''تقریباً چار گز لمبا پونے دو گز چوڑا اور اتنا اونچا ہے کہ ایک پورے قد کا آدمی وہاں کھڑے ہو کر نماز پڑھ سکتا اور اندر آرام سے پاؤں پھیلا کر سو سکتا ہے، (سیاسی زندگی، ص:۵۷) خانۂ کعبہ، بیت خدیجہؓ، حرم اور مولد نبوی ﷺ سے غارِ حراء تک کا فاصلہ تقریباً پانچ کلومیٹر ہے اور آج کل بس ٹیکسی کار سے یا پیدل جبل نور کے دامن تک پہنچا جا سکتا ہے۔ یہ عظیم الشان پہاڑ دور سے ہی اپنی مخصوص شکل کے سبب بہ آسانی پہچانا جا سکتا ہے۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ پہاڑ کے سر پر دستار بندھی ہوئی ہے۔ صحیح معنوں میں یہ دستار فضیلت ہے۔ (ن۔ا)

(۳۳) سیاسی زندگی، ص:۷۶

(۳۴) ایضاً،

(۳۵) ایضاً، ص:۷۸

(۳۶) ایضاً

(۳۷) ایضاً، ص:۷۶-۷۷

(۳۸) غارِ حراء میں حضرت جبریلؑ اور پہلی وحی کی آمد کا منظر شاید ڈاکٹر حمید اللہ صاحب نے دانستہ تحریر نہیں فرمایا۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ اس بارے میں موصوف کو کچھ نہ کچھ خلجان تھا۔ شاید اسی لیے رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی کی قدیم تحریر میں نزول وحی کا منظر بیان نہیں کیا۔ البتہ عہد جدید میں لکھی جانے والی اپنی انگریزی کتاب میں انہوں نے اس واقعہ کو (قدیم وجدید تمام مورخوں، سیرت نگاروں، مفسروں، محدثوں کے برعکس، کسی نامعلوم ذہنی تحفظ کے تحت کسی حوالہ اور سند کے بغیر) محض ایک خواب قرار دیا ہے۔ چنانچہ پیراگراف ۴۶ کے (ص:۵۳۱) کے ابتدائی جملوں میں رقم طراز ہیں: ''رسول خدا کو متواتر غارِ حرا میں پانچواں سال تھا، یہ ماہِ رمضان کے آخری دن تھے ایک رات جب حضور غار میں محو استراحت تھے، انہوں نے انتہائی عجیب خواب دیکھا، وہ دیکھتے ہیں کہ ایک فرشتہ ان سے ملاقات کے لیے آیا جس کے پاس ایک دستاویز تھی، جو سلک کے قیمتی کپڑے میں ملفوف تھی، اس فرشتے نے کہا: اے محمد ﷺ میں جبرائیل ہوں، خدا نے اپنا پیغام آپ تک پہنچانے پر مجھے مامور کیا ہے، اسے پڑھیے......الخ۔ اگلے پیرا نمبر ۴۹ میں بھی خواب جاری ہے۔ فرماتے ہیں: ہمارے ذرائع معلومات کے مطابق پھر جبرائیل نے ایک چٹان پر پاؤں (یا پر؟) مارا جس سے چشمہ ابل پڑا۔ پھر اس نے حضور کو وضو کرنا سکھایا...... پھر اگلے پیراگراف (۵۰) میں مرقوم ہے: ''محمد ﷺ بیدار ہوئے وہ اس قدر خوف زدہ تھے کہ انہوں نے فوری طور پر واپس گھر جانے کا فیصلہ کیا۔ دسمبر کی ایک سرد رات ایک اور وجہ تھی جس کی بنا پر انہوں نے اچانک گھر لوٹتے ہی اپنے زوجہ مطہرہ سے کہا: مجھ پر کمبل ڈال دو، مجھ پر کمبل ڈال دو۔'' الخ......ص:۵۳۲، ڈاکٹر صاحب غارِ حراء میں حضرت جبرئیل کی آمد اور نزول وحی کے واقعہ کو خواب سمجھتے ہیں اور معراج کے واقعہ کو بھی یہی درجہ دیتے

ہیں ان کے نقطہ نظر کی کوئی توجیہہ سمجھ سے بالاتر ہے۔ تاہم ایک بلند پایہ محقق، نمونہ سلف بزرگ اور سیدھے سچے مسلمان اور بحرعلم کے غواص کی طرف سے ان کے تفردات قرار دیے جاسکتے ہیں۔

(۳۹) رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی، ص:۸۱

(۴۰) ایضاً

(۴۱) ایضاً، ص:۸۱،۸۲

(۴۲) ایضاً، ص:۸۴

(۴۳) ایضاً

(۴۴) ایضاً

(۴۵) ایضاً، ص:۸۳

(۴۶) اصحاب سیر اور مورخین نے مکی دور میں حضور ﷺ کی دعوت وتبلیغ کے دو بڑے دور قائم کیے ہیں، ایک پہلا خفیہ تبلیغ کا زمانہ جو تین سال پر محیط ہے اور دوسرا اعلانیہ تبلیغ کا دور جو۴ نبوی سے ۱۳ نبوی تک رہا۔ یہ موضوعات بجائے خود چند در چند مباحث کے متقاضی ہیں۔ خصوصاً پہلا خفیہ دور جس میں ایک بہت بڑی تعداد داخل اسلام ہوئی۔ اس کا ایک سرسری اندازہ ان فہرستوں سے ہوسکتا ہے جو اصح السیر میں مولانا عبدالروف داناپوری نے اور سیرت سرور عالم میں مولانا مودودی نے پیش کی ہیں۔ مزید مطالعہ اور بحث کے لیے ملاحظہ ہو: ڈاکٹر یاسین مظہر صدیقی: تاریخ اسلام کے عہد ساز موڑ، نقوش لاہور، شمارہ نمبر:۱۴۰ (سالنامہ) مرتبہ جاوید طفیل (ص:۶۱ تا ص:۸۸) نیز دیکھئے، ایضاً، شمارہ نمبر ۱۴۱، خفیہ تبلیغ کے عہد کا تجزیہ، (ص:۴۲ تا ۶۹)

(۴۷) رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی، ص:۸۷

(۴۸) ملاحظہ ہو: ایضاً، (ص:۸۳ تا ص:۹۳)

(۴۹) ایضاً، ص:۸۹، (لیکن ان کی انگریزی کتاب میں یہ تصریح درست نہیں کہ ''حضور اکرم ﷺ کا قبیلہ مکہ سے نکل کر ایک الگ تھلگ نواحی علاقہ میں چلا گیا۔ ۵۵۸)

(۵۰) ایضاً

(۵۱) ایضاً، (انگریزی کتاب میں ڈاکٹر صاحب معراج کو ایک خواب قرار دیتے ہیں (ص:۵۶۰ تا ۵۶۲) جو ہر طرح سے خلاف حقیقت ہے۔

(۵۲) ایضاً، ص:۹۰

(۵۳) ایضاً، ص:۹۰-۹۱

(۵۴) ایضاً، ص:۹۱

(۵۵) ایضاً، ص:۹۲

(۵۶) ایضاً

(۵۷) ایضاً

(۵۸) ایضاً، ص:۵۹، ایضاً، ص:۱۲۳

(۵۹) ایضاً، ص:۱۲۶، ۱۲۷

(۶۰) ایضاً، ص:۱۲۳ تا ص:۱۲۶

(۶۱) ایضاً، ص:۹۲

(۶۲) عہد نبوی ﷺ میں نظام حکمرانی (طبع دوم) ص:۸۳

(۶۳) ایضاً

(۶۴) رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی، ص:۲۵۷

(۶۵) ایضاً، ص:۲۵۵-۲۵۷

(۶۶) ایضاً، ص:۲۵۸

(۶۷) ایضاً

(۶۸) ایضاً

(۶۹) ایضاً، ص:۲۵۹

(۷۰) ایضاً، ص:۲۶۰ تا ۲۶۳

(۷۱) ایضاً، ص:۲۶۳-۲۶۴

(۷۲) ایضاً، ص:۲۶۴

(۷۳) ایضاً، ص:۲۶۵-۲۶۸

(۷۴) ایضاً، ص:۶۹-۲۶۸

(۷۵) ایضاً، ص:۲۶۹-۲۷۴

(۷۶) ایضاً، ص:۲۸۹

(۷۷) ایضاً

(۷۸) ایضاً، ص:۱۰۰ تا ۱۰۹

(۷۹) ایضاً، ص: ۱۰۷ اس مضمون میں صلح حدیبیہ کے وقت ۶ ھ مملکت نبوی کے حدود کا نقشہ بھی شامل کیا (ص:۱۰۱) اور پورے متن کا ترجمہ بھی (۹-۱۰۷)

(۸۰) فتح مکہ پر مستقل مقالہ کتاب کی زینت ہے، ملاحظہ ہو: ایضاً، ص:۱۱۰ تا ۱۱۵

(۸۱) تفصیل کے لیے دیکھئے: آنحضرت کا خط قیصر روم کے نام (ص:۱۷۳ تا ۱۸۷) مکتوب نبوی حاکم بصریٰ کے نام (ص:۱۹۷) مکتوب نبوی مقوقس کے نام (ص:۱۵۲ تا ۱۶۵) نیز (ص:۱۶۵ تا ص:۱۷۲) نجاشی کا خط آنحضرت ﷺ کے نام (ص:۱۲۸ تا ۱۳۰) آنحضرت کا خط نجاشی کے نام (ص:۱۳۰) ضمیمہ مکتوب نبوی بنام نجاشی کی دریافت (ص:۱۳۸-۱۳۹) اصل مکتوب نبوی بنام نجاشی کی نئی دستیابی (۱۴۰ تا ۱۴۹) کسرائے ایران کے نام آنحضرت کا خط مع تتمہ (ص:۲۱۶ تا ۲۲۵) نیز ایک نئے اصل مکتوب نبوی کی دریافت بنام کسریٰ مع متن (ص:۲۳۳ تا ۲۳۸) اور مکتوب نبوی منذر بن ساویٰ کے (ص:۱۶۵ تا ۱۷۲)

(۸۲) دیکھئے۔ حمید اللہ۔ قانون بین الممالک۔ مکتبہ ابراہیمیہ دکن ۱۳۶۴ھ، ص:۳۴

(۸۳) ملاحظہ ہو: رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی، ص:۳۳۶، ڈاکٹر صاحب نے یہاں خطبۂ حجۃ الوداع کا اردو ترجمہ ۱۶ نکات کی صورت میں درج فرمایا ہے۔ جس کا عنوان ہے۔ انسانیت کا منشور اعظم۔ مگر افسوس کہ نہ تو عربی متن نقل فرمایا ہے اور نہ ہی بطور منشور انسانیت اس کی کوئی توضیح وتشریح کی ہے اور نہ ہی بصورت منشور اس کی دفعات متعین کی ہیں۔ (دیکھئے۔ ص:۳۳۶ تا ۳۳۸)

(۸۴) ایضاً، ص:۳۳۹

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆